جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

دسمبر ۲۰۱۶ء، جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۱۱، سلسلہ نمبر ۱۷۵

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

اشتراک وتعاون

اندرون ملک:
فی شمارہ-/15 سالانہ-/150
خصوصی-/1000
تاحیات -/10000

بیرون ملک:
سالانہ:20امریکی ڈالر
خصوصی:100امریکی ڈالر
تاحیات:500امریکی ڈالر

شائع کردہ

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371

موبائل (مدیر): 08006075484

ای-میل: ahmadanzarshah@gmail.com

ورق درورق

صریرخامہ

عصریات — سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری — ۳

تبرّکات امام العصر

تردید قادیانیت پر علامہ کشمیریؒ کا آخری خطاب — امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ — ۹

قندمکرّر

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت کردہ — فخرالمحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ — ۱۵

دستورِ ہند اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ — حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی — ۲۰

ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا — مولانا نسیم اختر شاہ قیصر — ۲۹

ایک مجلس کی تین طلاقیں — مولانا فضیل احمد ناصری — ۳۲

فقہ وفتاویٰ

آیاتِ سجدہ سے متعلق مسائل — مفتی نثار خالد قاسمی دیناجپوری — ۳۸

جامعہ کی سرگرمیاں — مولانا فضیل احمد ناصری — ۴۲

ہوا کے دوش پر — محمد رضوان سلمانی — ۴۸

عصریات

سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

ماہ ربیع الاوّل چل رہا ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے، جس میں ساڑھے چودہ سو سال قبل پیغمبر آخر الزماں رونق افروز کائنات ہوئے۔ آپ کی آمد دنیا کے لئے رحمت ٹھہری۔ آپ کی تعلیمات، اصلاحی جدو جہد، مجاہدانہ کارنامے، انقلابی اقدامات، انسانیت سے ہمدردی چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی زبانوں پر ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد الحمدللہ روز افزوں ہے۔ گو پہلی کیفیت باقی نہیں رہی، تاہم ان کا رشتہ اپنے نبی سے برقرار ہے۔ اس ماہ کی آمد پر مسلمانوں کے بعض طبقے جشن منا رہے ہیں۔ چراغاں کر رہے ہیں۔ جلوس نکال رہے ہیں۔ رسمیں ہو رہی ہیں۔ یہ اظہار محبت کے مختلف روپ ہیں، یہ باتیں ہمارے اسلاف میں نہیں تھیں، اس لئے ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے کرنے کے کام وہ ہیں، جو پیغمبر اور ان کے صحابہ سکھا کر گئے، قیامت کے دن ہم سے رسومات اور جلوس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ نبی کی اتباع تم نے کی یا نہیں کی؟ کی، تو کتنی کی؟ ہمارے لئے اسوہ پیغمبر کی ذات اور صحابہ کے نقوش ہیں۔ آج حالات دگرگوں ہیں۔ امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ قوت وشوکت قصۂ پارینہ بن چکی۔ مسلمان ہر جگہ پٹ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں ان پر حملے ہیں۔ ایسے عہد میں ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے اتباعِ رسول۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہماری عظمت رفتہ واپس آجائے گی۔ پھر ہمارے لئے سال کا ہر مہینہ، مہینہ کا ہر ہفتہ، ہفتہ کا ہر دن ربیع الاوّل رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

● ● ●

ان دنوں ملک جس بے چینی، اضطراب، درد والم اور کرب وبلا سے گزر رہا ہے، اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، افراتفری، بے یقینی، بدحالی، خشک سالی، گرانی۔ جانوں کا زیاں الگ۔ اب تک ۱۰۰ ر کے قریب لوگ جاں بحق ہو گئے۔ قطاریں، طول وطویل اور ہوش ربا قطاریں۔ بینکوں، اے ٹی ایم اور سرکاری محکموں میں ازدحام در ازدحام، ہر طرف ہاہا کار۔ شادیاں ٹل گئیں، ہسپتال میں بھرتی مریض دم توڑ گئے، غریبوں کے چولہے بجھ گئے، کسانوں، مزدوں، چھوٹے تاجروں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ صبح ہوئی اور کان پر رکھ کر قلم نہیں، دماغ میں کش مکشوں کا طوفان لیے سرکاری آفسوں کی طرف رواں دواں۔

۸ نومبر ۲۰۱۶ء کی درمیانی شب وزیر اعظم نریندر مودی نے پانچ سو اور ہزار روپے کے نوٹوں کی بندش کا اچانک جوں ہی اعلان کیا، لوگ دم بخود رہ گئے، ایک کہرام سا مچ گیا، کاٹو تو لہو نہیں۔ حکومت نے کرنسی کی منسوخی کو ''بدعنوانی کے خلاف جنگ'' قرار دیا، حکومت صفائی پر صفائی دے رہی ہے۔ روز اعلانات، تاریخ پر تاریخ۔ پچاس دنوں کی مہلت کا مطالبہ۔ حکومت اپنے اقدامات سے خوش ہے۔ کچھ کرائے کے حمایتی بھی مل گئے۔ بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار حمایت میں سب سے آگے۔ سابق وزیر ریل لالو پرساد بھی تنقید کے بعد تائید پر آمادہ۔ اپوزیشن چیختا چلاتا رہ گیا، بات جہاں تھی، وہیں رہی۔ بھارت بند کا اعلان بھی سودمند نہ رہا۔ حزبِ اختلاف کا مودی کی موجودگی میں بحث کا مطالبہ بھی بے جان رہا۔ پارلیمنٹ کی کارروائیاں پانچ دنوں تک معطل رہیں، کئی دن اسی ادھیڑ بن میں گزرے، پر بحران کا خاتمہ نہ ہونا تھا، نہ ہوا۔ حکومت کچھ بھی کہے، کانگریس ''نوٹ بندی'' کو معیشت کے خلاف جنگ کہہ رہی ہے، نوبل انعام یافتہ اور ''بھارت رتن'' امرتیہ سین نے اس فیصلے کو آمرانہ اور معیشت کے لئے آفت کہا۔ عام آدمی پارٹی کے سربراہ اروند کیجریوال نے اسے آزاد ہندوستان کے سب سے بڑے اسکینڈل اور وطن دشمنی سے تعبیر کیا۔ بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے سخت مخالفت دکھائی، احتجاج اور مظاہرے کی دھمکی دی تو وہاں فوجی اہلکاروں کو ٹول پلازوں پر تعینات کر دیا گیا۔ سب سے مضبوط و توانا آواز سابق وزیر اعظم منموہن سنگھ نے اٹھائی، لیکن ان کی آواز بھی صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔

بدعنوانی کسی بھی ملک کا سب سے بڑا ناسور ہے، اس کے خلاف ہر طرح کے اقدامات قابل تحسین، ہر کوشش لائق ستائش، مگر جو طریقہ اختیار کیا گیا، بے حد عاجلانہ۔ چھوٹے نوٹوں کی قلت نے اقتصادیات کو تباہ کر کے رکھ دیا، کارخانے بند ہو گئے۔ شہری مال و دولت کے باوجود مفلسی اور فاقہ کشی پر مجبور۔ بات سپریم کورٹ تک پہونچی، تو حکومت نے اسے درخورِ اعتنا نہ سمجھنے کا فرمان جاری کر دیا، یہ اور بات کہ عدالتِ عالیہ نے ان سنی کرتے ہوئے سوالات پر سوالات داغ دیئے۔ چیف جسٹس ٹی ایس ٹھاکر نے حکومت سے پوچھ لیا کہ آپ نے ۵۰۰ اور ۱۰۰۰ کے نوٹ بند کر دیئے، لیکن ۱۰۰ روپے کے نوٹ کا کیا ہوا؟ آپ نے راحت دینے کے بجائے نکالنے کی رقم ۲۰۰۰ کر دی۔ لوگوں کو اس سے دقتیں ہو رہی ہیں۔ اگر حالات یہی رہے تو فسادات ہوں گے۔ پانچ سو اور دو ہزار کی نئی کرنسیاں چھاپی گئیں۔ یہ کرنسیاں یا تو مفقود ہیں یا ناکارہ۔ پانچ سو کے نوٹ تا ہنوز پہنچ سے دور ہیں۔ دو ہزار کی کرنسیاں ہاتھوں میں تو آ گئیں، مگر چھوٹے نوٹوں کی قلت نے ان میں کشش نہیں رکھی۔ کالے دھن کے خلاف قدم اٹھانا تھا تو بتدریج اٹھایا جاتا۔ پہلے متبادل پیش کیا جاتا، پھر کرنسیاں منسوخ کی جاتیں، اس بدانتظامی نے عوام کا صبر و سکون چھین لیا۔ لوگوں کا جینا دوبھر

ہوگیا۔ اس غیر منظّم پیش رفت نے بدعنوانی کے راستے مزید کھول دیئے۔ ہزار کے نوٹ آٹھ سو روپے میں بکنے لگے۔

حکومت کی اس پیش رفت پر اروند کیجریوال کے ریمارکس قابلِ غور ہیں۔ ان کی مانیے تو کالے دھن والوں کو نئے نوٹ پہونچائے جا رہے ہیں۔ یہ سوال بھی انہوں نے اٹھایا کہ تین دن پہلے ارب پتیوں کے چھ ہزار کروڑ روپے کیوں معاف کردیئے؟ بڑے صنعت کاروں کے لون کیوں معاف کئے جا رہے ہیں؟ انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ مسٹر مودی نے گجرات میں اپنی وزارتِ علیا کے دوران برلا گروپ سے ۲۵؍کروڑ کی رشوت لی۔ اس موضوع پر مسٹر من موہن سنگھ کے تبصرے قابل تحسین ہیں۔ کاش کہ ان پر غور کیا جاتا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس اقدام سے کرنسی اور بینک کاری کے نظام پر لوگوں کا اعتماد کمزور ہوگا، اس سے معیشت تباہ و برباد ہوجائے گی، زرعی اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں اس سے نقصان جھیلیں گی، یہ انتظامیہ کی بہت بڑی ناکامی ہے۔ یہ منظّم اور قانونی لوٹ کھسوٹ ہے۔ حکومت حالات کی اصلاح کے لئے پچاس دنوں کا وقت مانگ رہی ہے، لیکن غریبوں کے لئے یہ پچاس دن بھی ہلاکت خیز ہیں۔

● ● ●

ایک بار پھر انکاؤنٹر۔ پھر وہی گھسی پٹی کہانیاں۔ ۳۱؍اکتوبر ۲۰۱۶ء کو سیمی کے الزام میں گرفتار ۸؍مسلم نوجوان انکاؤنٹر میں مار دیئے گئے۔ یہ بھوپال کے سینٹرل جیل میں قید تھے۔ ہندوستان میں جیلوں کی کل تعداد ۱۴۰۱ ہے، جن میں یہ قید خانہ ملک کا سب سے بڑا اور محفوظ ترین مانا جاتا ہے۔ اس کی دیواریں بڑی اونچی ہیں۔ ۴۲؍سی سی ٹی وی کیمرے اس کے احاطے میں لگے ہیں۔ ۷۰؍سیکورٹی اہلکار اندرونی حصے میں تعینات۔ ایسی محفوظ جیل سے فرار ہونا ناممکنات میں سے ہے، مگر ان نوجوانوں پر الزام ہے کہ وہ فلک بوس دیواروں کو پھاند کر بھاگ گئے۔ عجیب و غریب اور مضحکہ خیز دعوے پیش کئے گئے۔ ایک دعویٰ یہ کہ نوجوانوں نے ٹوتھ برش سے بنی چابیوں سے جیل کے تالے کھول ڈالے۔ ایک دعویٰ یہ کہ انہوں نے ایک گارڈ کا گلا کاٹا اور چادر کی مدد سے اونچی دیوار عبور کی۔

اس انکاؤنٹر پر شک ہونا تھا اور ہوا۔ ماہرین نے اسے فرضی انکاؤنٹر قرار دیا۔ اور تو اور، سپریم کورٹ کے سابق جج مارکنڈے کاٹجو نے بھی اس کی سچائی پر سوال کھڑے کئے۔ ان کی نظر میں یہ پورا واقعہ ہی فرضی ہے۔ ان کا یہ مطالبہ بھی رہا کہ جانچ ضرور ہو، مگر اس بات پر کہ انکاؤنٹر کا آرڈر کس نے اور کیوں دیا تھا؟ جو لوگ اس انکاؤنٹر میں شریک تھے ان پر مقدمہ چلایا جائے اور جرم ثابت ہونے پر سزائے موت۔

بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر کی یاد اب بھی تازہ ہے، تلنگانہ کا انکاؤنٹر ابھی لوگ نہیں بھولے۔ اب ایک بار پھر

انکاؤنٹر۔ بات جب ناقابل فہم ہوتو سوالات اٹھنے فطری ہیں، چناں چہ کئی حلقوں سے سوالات اٹھے۔ جن سے اس شک کو مزید تقویت ملتی ہے۔ رپورٹ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ آٹھوں ملزمین کو کمر کے اوپر گولیاں لگی تھیں۔ اگر واقعی دور سے فائرنگ ہوتی تو جسم کے مختلف حصے پر زخم کے نشانات ہوتے۔ ملزمین کے وکیل پرویز عالم کے بقول جیل بریک کا واقعہ فرضی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ مدھیہ پردیش کے اے ٹی ایس سربراہ سنجیو شمی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ اب تو واقعے کی مفروضیت مزید نمایاں ہوگئی۔ حکومت نے عدالتی انکوائری کا فرمان جاری کیا ہے۔ مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے بھی سرکاری وکیل اور اے ٹی ایس کو نوٹس بھیج دیا ہے۔ آگے کیا ہوتا ہے، خدا ہی جانے۔

انکاؤنٹر کی معقولیت پر سوالات کی گرد ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ۲۷ر نومبر کو پنجاب سے اسی سے مشابہ خبر آگئی۔ خبر ہے کہ ہائی سیکورٹی والی نابھا جیل پر ۱۰ر مسلح افراد نے حملہ کردیا اور ایک خطرناک ملزم دہشت گرد منٹو سمیت ۶ر قیدیوں کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئے۔ منٹو خالصتان لبریشن فورس کا سربراہ ہے۔ انہیں ڈیرہ سچا سودا کے سربراہ گرمیت رام رحیم سنگھ پر ۲۰۰۸ء میں ہوئے حملے اور ۲۰۱۰ء میں ہلواڑہ فضائیہ کے اسٹیشن میں دھماکہ خیز مواد ملنے سمیت دس معاملے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا۔

دونوں جگہ ایک ہی جیسے واقعات ہیں، مگر ایک جگہ انکاؤنٹر ہے اور دوسری جگہ تلاشی مہم۔ کاش کہ ۸ر مسلم نوجوانوں کو پکڑنے کی کوشش کی جاتی اور حکومت مدھیہ پردیش ایک بڑے داغ سے بچ جاتی۔

● ● ●

یوپی کا الیکشن عنقریب ہونے جارہا ہے۔ اسے ۲۰۱۷ء میں ہونا ہے۔ آئندہ ہفتہ عشرہ میں تاریخ کا اعلان شاید ہوجائے، یہ الیکشن بے حد اہم اور ہر پارٹی کے لئے ’’اہم سنگ میل‘‘ ہے۔ ساری سیاسی جماعتیں اس قلعے پر اپنی فتح کا پرچم لہرانے کے لئے بے چین ہیں۔ لیکن اس الیکشن کے نتائج کا اندازہ لگانا قطعی ناممکن ہے۔ حکمراں محاذ (ایس پی) آپس میں دست وگریباں ہے۔ سماج وادی پارٹی اکھلیش اور شیو پال دوخیموں میں بٹ چکی ہے۔ ملائم سنگھ یادو کی غیر واضح حکمت عملی نے اپنی پارٹی کو ایسے موڑ پر کھڑا کردیا ہے کہ اس کی فتح کے امکانات مدھم ہوگئے ہیں۔ خبر ہے کہ ایس پی نے کانگریس کے ساتھ اتحاد کی پیش کش کی ہے۔ غیر این ڈی اے پارٹیاں یہاں ’’عظیم اتحاد‘‘ چاہ رہی ہیں۔ بہار میں بی جے پی کی شکست کے پیچھے عظیم اتحاد ہی کارفرما تھا۔ مگر یہاں ایسا اتحاد شاید ممکن نہ ہو۔ بی ایس پی نے ماحول سازی شروع کردی ہے۔ بی جے پی نے اپنی مہم بہت پہلے سے چلا رکھی ہے۔

اب سے پیش تر مقابلہ ایس پی اور بی ایس پی کے درمیان ہوا کرتا تھا، اب یہ جنگ کثیر الجماعت

ہوگئی ہے۔ بھوپال کے انکاؤنٹر اور نوٹ بندی کے سہارے بی جے پی یوپی کی فتح کا خواب دیکھ رہی ہے، تاہم پنگھٹ کی ڈگر اس کے لئے قطعاً آسان نہیں۔ لیڈروں کی اشتعال انگیزی، مسلم مخالف بیان بازی، اور بے ہنگم تقریروں نے پارٹی کو پچھلے قدموں پر دھکیل دیا، جس کا نتیجہ دہلی میں شکست کی صورت میں سامنے آیا۔ بہار میں انہوں نے ہی منہ کے بل گرایا۔ اشتعال انگریزیاں اب موقوف ہے تو نوٹ بندی نے اس کی بدانتظامیاں اجاگر کردیں۔ مڈل کلاس اور غریب طبقہ رورہا ہے۔ زعفرانی پارٹی کی حمایت وہ شاید ہی کرسکے۔ دلتوں کا ووٹ اس کے ہاتھوں لگ سکتا تھا، مگر روہت ویمولا کی خودکشی اور کنہیا کمار کی گرفتاری نے اس کا کام بگاڑ دیا۔ بھاجپا کو دلت ووٹ بمشکل ہی مل پائیں گے۔ بی اس پی اگر ہوشیاری کا مظاہرہ کرے تو اس کی فتح کے امکانات سب سے زیادہ روشن ہوں گے۔ نوٹ بندی کے خلاف مایاوتی نے کھل کر بیانات دیئے ہیں۔ ان کی یہ کوشش دلت ووٹوں کی صف بندی میں مؤثر ہوسکتی ہے۔

یوپی میں فتح کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ غیر بی جے پی جماعتیں باہم متحد ہوں، پارٹیوں کا حال آئندہ بھی یہی رہا اور اناولاغیری سے کوئی باز نہیں آئی تو ایس پی کی چھٹی طے ہے اور اسمبلی میں یا تو مخلوط حکومت بنے گی یا اسمبلی معلق رہے گی۔

● ● ●

امریکی صدارتی انتخابات سے پہلے کے تمام تر عوامی جائزوں، ماہرینِ انتخابیات کے تبصروں، میڈیا ہاؤسز کے نمائندوں کی رپورٹوں، دنیا کے بعض مؤثر ممالک کے سربراہوں کے بیانات اور ہیلری کلنٹن کی مقبولیت کے عمومی تاثرات کے برعکس، حیرت انگیز طور پر نسل پرستانہ خیالات، غیر ملکی نژاد امریکیوں کے خلاف نفرت، انہیں امریکہ سے نکال باہر کر، امریکا کو خود اصل امریکی باشندوں کے لئے مخصوص کردینے اور بالخصوص مسلمانوں کے اوپر امریکا کا دروازہ بند کردینے کی انتہاپسندانہ ذہنیت کے حامل ڈونالڈ ٹرمپ، فاتح قرار پائے۔ انتخابی مہم کے دوران ان کے بعض سخت بیانات سے پریشان موجودہ لبرل اور مہذب دنیا دم بخود، دنیا بھر کے حصص بازاروں میں تیزی سے گراوٹ آئی، ان میں سرمایہ لگانے والوں کو چشم زدن میں اربوں کھربوں ڈالر کا نقصان۔ دوسری طرف ٹرمپ کی جیت سے پریشان امریکیوں کی طرف سے ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ منتخب صدر کے خلاف جلسے، جلوس اور احتجاجی ریلیاں، پرنٹ میڈیا سے لے کر الیکٹرانک میڈیا تک حیران وششدر۔ مختلف اسلوب اور پیرایوں میں، جدید وترقی یافتہ امریکا کی وسیع المذہبی کشادہ ظرفی پر مبنی اقدار وروایات کی تذکیر وتلقین۔ اس پر مستزاد مسٹر ٹرمپ کی جانب سے سخت گیر

پالیسیوں کے حامی اور جارحیت وشدت پر یقین رکھنے والے افراد کا اپنی کابینہ کے لئے انتخاب، دنیا پریشان کہ جانے کیا سے کیا ہو جائے گا؟

افغانستان کو کھنڈر میں تبدیل کر دینے اور عراق کو پتھروں کے دور میں پہنچا دینے والے، سابق امریکی جنرل مسٹر جیمس کا بطور وزیر دفاع تقرر، کسی خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں، کابینہ میں جن دوسرے لوگوں کے انتخاب کی باتیں گردش کر رہی ہیں، سخت گیر پالیسیوں کے حوالے سے ان کا بھی ماضی کچھ زیادہ بے غبار نہیں، ایسے میں امریکا کی خارجہ و دفاع سے متعلق کیا حکمت عملی ہوگی، اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں؟ اگرچہ مسٹر ٹرمپ کے بعد از انتخاب بعض بیانات ان کے سابقہ انتخابی اعلانات و بیانات سے مختلف ہیں، اگر ان میں کسی درجہ صداقت ہے تو یہ ایک خوش آئند پہلو کے مظہر ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے تعلق سے جو خیالات انہوں نے اپنے ٹوئٹر اکاونٹ میں ٹوئٹ کیے تھے، انہیں بھی ہٹا دیا ہے۔ علاوہ ازیں اطلاعات کے مطابق اپنے ایک انتخابی مشیر پاکستانی نژاد امریکی تاجر: ساجد تارڑ کو امریکا کی نمائندہ مسلم شخصیات سے رابطہ ومشاورت کے بعد، مسلمانوں کے مسائل ومشکلات اور ان کے حل پر مشتمل معروضی تجاویز وسفارشات مرتب کرنے کا ٹاسک دیا ہے، نیز تیسری دنیا سے تعلق رکھنے والے جن سربراہانِ مملکت نے نومنتخب امریکی صدر سے رابطہ کر، بات چیت کی ہے، اخباری اطلاعات کے تناظر میں مسٹر ٹرمپ ایک الگ شخصیت کے خدوخال میں نظر آتے ہیں۔ ہم یہی امید کر سکتے ہیں کہ قبل از انتخابات ان کے بیانات، محض الیکشن مہم جوئی بن کر رہی ہیں، اور حقیقت کا روپ نہ دھار سکیں۔ بہ صورتِ دیگر دنیا و خطے کے دیگر ممالک سے پہلے اور ان سے کہیں زیادہ مہلک وخطرناک خود امریکا کے لیے ثابت ہوں گے، کیوں کہ امریکی اہم اداروں بالخصوص صحت وطب، میڈیکل سائنس، جدید ٹکنالوجی اور تحقیق واختراع کے شعبوں میں، ۷۰ رفیصد ماہرین کا تعلق ہندو پاک سمیت دنیا کے دوسرے ملکوں سے تعلق رکھنے والوں سے ہے، ایسے میں بہ یک جنبشِ قلم ان سب کو ان کے عہدوں سے فارغ کر دینا ایک احمقانہ اقدام کے سوا کچھ نہ ہوگا، پھر ان لوگوں کی اپنے اپنے آبائی ممالک کو جبری واپسی، ان ملکوں کے لیے بھی تباہ کن ثابت ہوگی، کل ملا کر سینار یو یوں یہ بنے گا کہ ع

ہم تو ڈوبے ہیں صنم! تم کو بھی لے ڈوبیں گے

لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا

● ● ●

آخری قسط:

تردیدِ قادیانیت پر علامہ کشمیریؒ کا

آخری خطاب

افادات: امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
تسہیل وترتیب: حضرت مولانا سیّد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

یہ ایمان نہیں ہے کہ اپنے چھوٹے چھوٹے نقصان کا بھی احساس اور اس کا ماتم۔ اور متاع دین لٹ جائے تو نہ کوئی رنج اور نہ غم۔ قادیانیت کا ایک بازو، لاہوری فرقے کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ یہ قادیانی کو مسیح موعود قرار دیتے ہیں اور اس کی نبوت کو ظلی و بروزی کہتے ہیں، اس لئے کچھ لوگوں کو لاہوری فرقے کی تکفیر میں تامل ہے، ان کا کہنا ہے کہ لاہوری غلام احمد کے لئے حقیقی نبوت کے قائل نہیں، بلکہ ظلی کے قائل ہیں، اس لئے ان کی تکفیر نہ کی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ دین میں ظلی وحقیقی کا کوئی فرق نہیں، یہ دوراز کار تاویلات ہیں اور اس کی واضح علامت کہ یہ فرق کرنے والے عقل سے محروم ہیں۔ مسیلمہ کذاب کے متعلق اگر کوئی یہ کہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ وہ محدث تھا تو کیا یہ دعوی ہوگا؟ خدا کے بندو! خود قادیانی اپنی نبوت کو اصل نبوت قرار دیتا ہے اور آپ اسے کفر سے بچانے کے لئے نبوت میں حقیقی وظلی کے ذریعے فرق کرتے ہیں؟ یہی تو توجیه القول بما لا یرضیٰ به قائله ہے۔ جنہوں نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کیا، خصوصاً خود غلام احمد کی تصانیف کو دیکھا، وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے لئے اسی نبوت کا مدعی ہے، جس مفہوم کے ساتھ نبوت آسمانی کتابوں میں استعمال ہوئی، اپنی وحی کو قرآن کی ہم رتبہ بتاتا ہے، جو اس کی نبوت کے قائل نہیں انہیں کافر واولادِ زنا قرار دیتا ہے۔ ظلی نبوت کے بارے میں کیا اتنے بلند بانگ دعوے ہوسکتے ہیں اور کیا کسی نبی نے انبیاء کی اتنی توہین کی جتنی کہ اس شقی قادیانی نے کی ہے؟ لاہوری مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں، ان کی جدوجہد غلام احمد اور اس کے زمرے کو کفر سے بچانے کے لئے ہے۔ پنجابی دھوبی جب کپڑا دھوتے ہیں تو اسے پتھر یا لکڑی پر مارتے ہوئے کہتے ہیں ''ساڈا کی جاندے چھوٗ'' یعنی ہمارا کیا نقصان ہے جو ہو رہا ہے ہونے دو، یہی روش اس لاہوری فرقے کی ہے کہ قادیانی متاع دین پر ڈاکہ ڈال رہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ لٹنے دو، ہمارا کیا نقصان، خدا کے بندو! اگر دین سے ناواقف ہو اور اس کے

تقاضوں سے ناواقفیت ہے تو اپنی جہالت کو تسلیم کرلو، مگر دوسروں کو تو گمراہ نہ کرو۔

ایک بات اور صاف کرنا چاہتا ہوں کہ تکفیر کے لئے ایک فرقے کو پابند کرنا اور دوسرے کو آزاد چھوڑ دینا نہ یہ علم ہے اور نہ ایمان۔ قادیانی حقیقی مسلمانوں کو کافر قرار دے اور بلاوجہ، تو سناٹا رہے اور اگر ہم حقیقی اور واقعی بنیادوں پر قادیانی کی تکفیر کریں تو ہنگامہ۔ پھر لاہوری فرقہ کیسے کفر سے بچے گا۔ درآں حالیکہ وہ باطل کو حق کر کے دکھا رہا ہے اور حق کو بصورت باطل پیش کر رہا ہے۔ قادیانی کا کفر بدیہی ہے، بدیہیات میں مخالفت، ضد اور ہٹ دھرمی ہے، جسے نہ شرعاً قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ عقلاً، سوچو کہ کفار کے ساتھ جہاد کیوں ہوتا ہے؟ خود کفار کیا جہاد سے متعلق شبہات نہیں رکھتے؟ سب یہی جواب دیتے ہیں کہ جب حق واضح ہو گیا، تو شکوک وشبہات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور قادیانی کی تکفیر میں تو کوئی شبہ بھی نہیں۔ پھر جو کوئی تکفیر سے گریز کرتا ہے یا مبتلائے جہل ہے یا کسی طمع میں الجھا ہوا، ایک ناپاک ترین انسان کو مسیح موعود یا مہدی مسعود سمجھنا اور سمجھانا شریعت سے مذاق کرنا ہے۔ شریعت میں تحریف کفر ہے اور اس قادیانی نے تحریف در تحریف کی ہے، لاہوری خاموش ہو جائیں۔ اہل ایمان خود فیصلہ کریں گے کہ قادیانی کافر ہے یا نہیں۔ قادیانی خود کو نبی کہتا ہے۔ اپنی وحی کو مثل قرآن بتاتا ہے۔ ان عقائد کے باوجود پھر اس کے کفر میں تردد کیا معنی رکھتا ہے؟ اسے بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کسی کو نبی نہ ماننا لیکن اس کے لئے نبوت کی خصوصیات وممیزات ثابت کرنا جیسا کہ لاہوری کرتے ہیں کہ غلام احمد کو نبی بظاہر نہیں کہتے؛ لیکن انبیاء کی صفات وخصوصیات اس کے لئے ثابت کرتے ہیں، کھلا کفر ہے۔ غلام احمد اپنے دو چیلوں میں سے ایک کو جبرئیل کہتا ہے اور دوسرے کو میکائیل اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ خبر مجھے جبرئیل نے دی ہے اور یہ میکائیل نے، یہ انبیاء کی نقل ہے اور مسیلمہ کذاب بھی اس میں مبتلا تھا۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ انبیاء کے ساتھ مذاق ہے یا واقعتاً اس کا دعویٰ ہے کہ میرے پاس جبرئیل ومیکائیل آتے ہیں اور خبریں دیتے ہیں۔ اگر مذاق ہے تو بھی کفر اور دعویٰ ہے تو بھی کفر، جو اس مذاق کو جائز رکھتا ہو اور اس کے دعوے کو سچا جانتا ہو وہ بھی کافر۔ لاہوریوں سے پوچھا جائے کہ اگر کوئی بدباطن، جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ جاہ، نہ چند متبعین۔ اور وہ دعوائے مسیحیت کرے تو آپ صرف آپ اس وجہ سے کہ اس کے پاس مال ومتاع دنیا ہے اور کچھ جاہل اس کے اردگرد جمع ہو لئے تو اس کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کو بلا تامل قبول کرتے ہیں؟ کیا شخصیتوں کے بدلنے سے مسئلے بدل جاتے ہیں کہ مفلوک الحال کافر اور آسودہ پکا مومن۔ انہیں معلوم نہیں کہ دجال اکبر کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ کو آسمان سے اسی لئے اتارا جائے گا کہ دجال عیسائیوں سے خود کو مسیح موعود تسلیم کرائے گا۔

میں خاتمہ پر قادیانیت کے تعفن کو دفعات کی شکل میں سمجھاتا ہوں تاکہ اس کا کفر آپ کی سمجھ میں

آ جائے:

(۱) قادیانی نے دعوائے نبوت کیا۔

(۲) اپنی وحی کو ہم رتبۂ قرآن قرار دیا۔

(۳) مستقل شریعت کا اعلان کیا۔

(۴) تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کی۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات کو اپنے لئے ثابت کیا۔

(۶) انبیاء کی نقل بطور مذاق کی۔

(۷) ضروریاتِ دین کا انکار کیا۔

(۸) دین متواتر میں تحریف کی بلکہ شریعت کا مذاق بنایا۔

(۹) اپنے متبعین کے سوا جملہ مسلمانوں کو کافر کہا۔

(۱۰) قرآن کریم کی آیات جن میں آنحضورﷺ سے متعلق اطلاعات ہیں، ان سے متعلق دعویٰ کیا کہ ان آیات میں مراد میں ہوں۔

(۱۱) مریم صدیقہ کو زانیہ بتایا والعیاذ باللہ۔

ظاہر ہے کہ میری اس تقریر وتحریر کے مخاطب وہی ہیں جو ایمان کی حقیقت پر مطلع اور اپنے ایمان کو عزیز رکھتے ہیں اور جو ایمان وکفر میں فرق نہیں کرتے اور جن کا ایمان مصلحتوں کی نذر ہو جاتا ہے، ان سے گفتگو بے سود ہے۔

آخری گزارش

میرے تلامذہ نے ایک انجمن بنام ''دعوت وارشاد'' پنجاب میں قائم کی ہے، جس سے وہ قادیانیت کا کامیاب تعاقب کر رہے ہیں، لاہور سے شائع ہونے والا اخبار ''زمین دار'' اس انجمن کی مصروفیات وجلیل کارناموں کی مسلسل خبریں دیتا ہے، میں درخواست کرتا ہوں کہ اس انجمن اور اخبار کی مسلمان ہر طرح مدد کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے تدریسی دور میں کم از کم دو ہزار طلبہ نے مجھ سے حدیث کے چند حروف پڑھے ہیں، ان تلامذہ حدیث سے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ خدا کے واسطے وہ تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی علمی وعملی توانائیاں صرف کر دیں۔ اگر اس محاذ پر انہوں نے کوتاہی کی تو میں حشر میں ان کا دامن گیر ہوں گا۔

مہاراجہ کشمیر کو بھی مطلع کرتا ہوں کہ تمام عالم اسلام قادیانیوں کے کفر پر متفق ہے، پھر قادیانیوں کو ریاست کے شعبوں میں برسر کار کرنا اسلام کے خلاف سازش ہے یا حقیقت سے ناواقفیت۔ کشمیری میرے

بھائی قادیانیت سے خود کو محفوظ رکھیں۔ میری ان سے درخواست ہے کہ دین دے کر کفر نہ خریدیں۔ میں کچھ کتابوں کی نشاندہی کرتا ہوں جن کا مطالعہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے کارآمد اور کفر وایمان کے فرق پر اطلاع کے لئے ضروری ہے۔ میرا رسالہ ''اکفار الملحدین'' دیکھئے، جس میں میں نے تکفیر کی تنقیح کی ہے اور منتشر جزئیات کے صحیح محمل بتائے ہیں۔

میرا دوسرا رسالہ ''عقیدۃ الاسلام'' ہے، جس میں میں نے حیات عیسیٰ پر ان دلائل کو جمع کر دیا، میرا خیال ہے کہ اتنا وافر ذخیرہ کہیں نہیں ملے گا۔ تیسرا رسالہ ''التصریح'' حضرت عیسیٰ کی حیات ونزول پر ستر احادیث کا مجموعہ ہے، جس میں چالیس احادیث حسن، یا صحیح ہیں۔ آخر میں میں نے خاتم النبیین بزبان فارسی لکھی ہے، اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے دلائل سے واضح کیا ہے اور غلام احمد کی تمام تحریفات کا شافی جواب دیا ہے۔

میں بوڑھا ہو چکا اور گوناگوں بیماریوں میں مبتلا ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ مجمع عام میں حاضر ہوتا، لیکن ایک تڑپ مجھے دیوبند کی جامع مسجد میں لے آئی اور میں نے یہ گزارشات آپ کے سامنے رکھیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

قادیانی وکیل کا استدلال اور

حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے جواب

قادیانی مختار نے کہا کہ ''تحذیر الناس'' میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا تجویز کیا ہے۔ اس پر فرمایا:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر بہت قوی دلائل و براہین قائم کئے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اثر ماثور کی گراں قدر علمی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور مضمون ختم نبوت کا بدرجہ تواتر منقول ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا بھی ثابت فرمایا ہے۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے جج صاحب کو تحذیر الناس کے صفحہ نمبر دس کی عبارت پڑھ کر سنائی۔

اور فرمایا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی کتاب ''مناظرۂ عجیبہ'' جو اسی موضوع پر ہے نیز ''آبِ حیات، قاسم العلوم'' وغیرہ دیکھی جائیں۔

حضرت مولانا مرحوم نے حضور ﷺ کے لئے ایک دو نہیں بلکہ تین قسم کی خاتمیت ثابت فرمائی ہے۔

(۱) بالذات: یعنی مرتبہ حضور ﷺ کا، خاتمیت ذاتی کا ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں اور دوسرے سب انبیاء کرام علیہم السلام موصوف بالعرض اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف بالنور بالذات آفتاب ہے اور اس کے ذریعہ سے تمام کواکب قمر وغیرہ اور دیگر اشیائے ارضیہ متصف بالنور ہوتی ہیں۔

یہی حال وصف نبوت کا ہے۔ حضور ﷺ کو اسی وجہ سے سب سے پہلے نبوت ملی ہے اور آیت میثاق وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّينَ الآیۃ سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ جیسا کہ اس کے رسول ہیں، نبی الانبیاء بھی ہیں، تمام انبیاء کی جماعت کو ایک طرف رکھا گیا اور نبی کریم ﷺ کو ایک طرف۔ اور سب سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا اور آیت میں ثُمَّ جَائَكُمْ فرما کر یہ بھی تصریح کردی گئی کہ حضور ﷺ کا زمانہ ظہور سب سے آخر میں ہوگا۔

لیلۃ المعراج میں انبیاء علیہم السلام کا صف بندی کر کے امام کا منتظر رہنا اور حضور ﷺ کا امامت کرنا بھی اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نیز آیت وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا الآیۃ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اتقان میں ہے کہ ابن حبیب عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت لیلۃ المعراج میں نازل ہوئی پھر انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی اولوالعزم کا خاتم النبیین علی الاطلاق کے دین کی نصرت کے لئے تشریف لانا اور شریعت محمدیہ پر عمل فرمانا حضور ﷺ کے افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا عملی مظاہرہ ہے اور اس سے فضیلت محمدیہ کو واشگاف کردینا مقصود ہے، واضح ہو کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام، اسلام کا عقیدہ اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔

(۲) خاتمیت زمانی: یعنی آپ کا زمانہ نبوت اس عالم مشاہدہ میں تمام انبیاء علیہ السلام کے آخر میں ہے، آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ ہوگی۔ ساتویں جلد روح المعانی میں حضرت ابی ابن کعبؓ سے مرفوعاً مروی ہے: بدئ بی الخلق و کنت آخرھم فی البعث (مجھ سے پیدائشی مخلوق کی ابتداء کی گئی، لیکن میری بعثت سب سے آخر میں ہوئی) اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے: کنت اوّل النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث (میری پیدائش تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد ہوئی۔)

(۳) حضرت مولانا نانوتویؒ نے تیسری خاتمیت مکانیہ فرمائی ہے۔

''یعنی وہ زمین جس میں نبی کریم ﷺ جلوہ افروز ہوئے وہ تمام زمینوں میں بالاتر اور آخری ہے اور اس کے اوپر کوئی زمین نہیں'' اس کو بدلائل ثابت فرمایا ہے۔

(۲۴) قادیانی مختار نے کہا کہ امام مالکؒ سے منقول ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی وقت ''غبیہ'' شرح مسلم منگوا کر جلد اول صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ مصر سے عبارت ذیل: **وفی الغبیۃ قال مالک** علیہ السلام **بینما الناس قیام** پڑھ کر سنائی۔ غبیہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا درآں حالیکہ لوگ کھڑے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے اچانک ان کو ایک بادل ڈھانپ لے گا اور یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

غرض یہ کہ امام مالکؒ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ساری امت محمد یہ کا اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔

(۲۵) مختار قادیانی نے اعتراض کیا کہ علمائے بریلوی علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور علمائے دیوبند علمائے بریلوی پر، اس پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

میں بطور وکیل جماعت دیوبندی کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے اور علمائے دیوبند وعلمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے، قانون کا نہیں، چنانچہ فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی شبہ کی بناء پر کلمہ کفر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی، دیکھو ردالمحتار، البحرالرائق وغیرہ۔

(۲۶) فرمایا: وکیل قادیانی نے اعتراض کیا کہ بخاری میں تو **بنی الاسلام علی خمس** ہے، مطلب یہ تھا کہ تم اصول تکفیر اور دفعات پیش کر رہے ہو وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ مسلم شریف کی حدیث میں **و بما جئت به** بھی موجود ہے کہ ان سب امور کی تصدیق بھی ضروری ہے جو میں لے کر آیا ہوں۔

(۲۷) اس نے یہ بھی سوال کیا کہ نماز چھوڑنے والے کے لئے فقہاء کے یہاں کیا حکم ہے؟ میں نے کہا کہ تین فقہاء اس کو فاسق قرار دیتے ہیں اور ایک امام کافر، گویا اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ حدیث میں **تو فقد کفر** آیا ہے۔

میں نے کہا کہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ خدا چاہے تو بخش دے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کفر نہیں۔

(فتوکل علیه وبه نستعین)

شہیدِ آخرت: فرمایا: علامہ سیوطی نے چالیس طرح کے نام لکھے ہیں، پھر ایک صاحب نے دس کا اضافہ کیا، پھر ایک صاحب نے دس بڑھائے، اور میں نے ان کے رسائل سے استفادہ کر کے مرگِ مفاجات والوں اور نہایت مولم اور لمبے امراض کے بعد مرنے والوں کو بھی شہدائے آخرت میں گنا ہے۔ یہ سب ثوابِ آخرت کے اعتبار سے شہید ہیں اور فقہاء نے صرف شہداء الدنیا کا ذکر کیا ہے جن کے احکام بھی یہاں الگ ہیں، اور وہ احکام شہداء الآخرۃ کے نہیں ہیں۔ (ملفوظات محدث کشمیری، ص ۲۳۱)

آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت کردہ

فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ

بانی جامعہ ھذا

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شاگردوں، مریدوں اور تربیت پائے ہوؤں کی تفصیل تو بہت مشکل، صرف اس وقت اتنا سن لیجئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو حکمراں کیسے دیئے۔ حکمرانی کا معاملہ بھی عجیب وغریب ہے، ہم آپ تو کہتے ہیں کہ حاکم ظالم ہے، بادشاہ ظالم ہے، وزیر ظالم ہے، امیر ظالم ہے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور راز سے پردہ اٹھایا، فرمایا ''**اعمالکم عمالکم**'' کہ تمہارے عمل ہی تمہارے حاکم ہیں۔ یہ ارشاد گرامی دنیا میں بھی صحیح اور آخرت میں بھی صحیح۔ اگر تم اچھے ہوگے، عمل ٹھیک ہوں گے، تو خدا حاکم بھی اچھا بھیجے گا، رحم دل، رعایا پرور، انصاف پسند، منصف مزاج۔ اور اگر ہمارے آپ کے کرتوت خراب ہوں گے، حاکم بھی برے آجائیں گے: ظالم وحشی، سنگ دل ورعیت کش۔ دیکھئے، جب امت میں خیر تھی، ابوبکر آئے، عمر آئے، عثمان آئے، علی آئے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جب شر پیدا ہوگیا۔ حجاج آیا، ہلاکو آیا، چنگیز آیا اور آخرت میں بھی یہ حدیث چلے گی۔ عمل ہی آپ کا حاکم ہوگا۔ اسی کی روشنی میں جنت وجہنم کا فیصلہ ہوگا، عذاب وثواب کا فیصلہ ہوگا۔ خود فرمارہے ہیں خداتعالیٰ ''تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝'' (الزخرف ۴۳:۷۲) کہ یہ جنت تم کو دی گئی تمہارے عمل کے نتیجہ میں۔ اقبال کو تو آپ خوب جانتے ہیں، اس کا ایک شعر بھی بارہا سنا ہوگا ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے، نہ ناری ہے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مرتبہ

بہرحال حدیث نے عمل کو حاکم قرار دیا۔ ادھر حکمرانی کا معاملہ بہت نازک ہے۔ رعایا بادشاہ سے ناراض اور بادشاہ اپنی رعیت سے۔ مگر بتانا یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ تربیت سے اس امت کو کیسے حاکم دیئے۔ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، علماء نے

لکھا ہے کہ حضرت کی خلافت منصوص ہے، جب کہ تینوں خلفاء بعد والے ان کی خلافت منصوص نہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے صحابہ کی صحابیت کا اگر کوئی انکار کردے، تو فاسق کہلائے گا اور اگر ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے، تو کافر ہوگا، چوں کہ حضرت کی صحابیت قرآن میں مذکور ہے "ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" (التوبہ ٩:٠٤) اور ان میں کا دوسرا، جب تھے یہ دونوں غار میں۔ یہ دوسرے ابوبکر ہی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اعمال کے مطابق دروازے ہوں گے، ایک باب نماز کا ہوگا، زکوٰۃ کا دروازہ ہوگا، حج اور روزے کا وغیرہ وغیرہ۔ ہر دروازہ خود پکارے گا کہ اے نمازی! مجھ میں سے گزر کر جنت میں چلا جا، اے حاجی! مجھ میں سے گزر کر جنت میں چلا جا، جب کہ ایسا خوش نصیب بھی ہوگا، جسے جنت کے سب دوازے بلائیں گے۔ فرمایا کہ اے ابوبکر تم ہی وہ خوش نصیب ہو، جسے سب دروازے پکاریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نیکی اور خیر کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا، جملہ قسموں کی نیکیوں میں حصہ لیا، کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے مقبول، و معظم امام المسلمین کو برا کہے اور ان کی شان میں گستاخی کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب گئے گئے تو ایک ضعیفہ کی بکریوں کا دودھ دوہتے تھے، اس بے چاری کو خیال ہوا کہ اب تو امیر المومنین ہو گئے، اب ان کے فرصت کہاں؟ لیکن حضرت وقت پر پہونچ گئے۔ یہ ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے سردار جو واقعی قوم کے خادم ہیں۔

خلافت سے پہلے کپڑے کے تھان اپنے کندھے پر رکھ کر بازار میں فروخت فرماتے اور اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کماتے۔ خلافت کے بعد بھی یہ باقی رہا۔ حضرت عمرؓ نے منت سماجت کر کے یہ کاروبار چھڑایا اور عرض کیا کہ آپ اب مسلمانوں کے معاملات دیکھئے اور جو وقت دھندے میں لگاتے ہیں، وہ مسلمانوں کے امور پر صرف کیجئے، اس کے عوض بیت المال سے معمولی وظیفہ متعین کر دیا۔ آپ کی اہلیہ امّ رومان نے روزمرہ کے خرچ سے کچھ پیسے بچا کر کچھ مدت میں پیسے جمع کئے اور حریرہ پکایا جو معمولی قسم کا تھا۔ شب براءت کا حلوہ نہیں تھا، جس میں بادام بھی ہوتے ہیں، کشمش بھی، کھویا اور پستہ بھی۔ یہ حریرہ حضرت کے سامنے رکھا، بیوی منتظر تھیں کہ ابوبکر خوش ہو کر داد دیں گے۔ مگر حضرت نے پوچھا کہ پیسے کہاں سے آئے؟ کیسے تیار کیا؟ انھوں نے ساری صورت حال بتا دی، خلیفۃ المسلمین نے بیت المال کو لکھ بھیجا کہ اتنے پیسے زائد از ضرورت ہیں۔ آئندہ کاٹ لئے جائیں! اور کٹوا کر ہی چھوڑا، یہ سب فیض تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا، ورنہ آج کل کے بادشاہ، صدر، گورنر، امیر، عیش کر رہے ہیں، بلکہ رعیت اور قوم کا سرمایہ اپنی خرمستیوں میں صرف کر رہے ہیں، ایسی ایسی کوٹھیاں بنوائیں، جنھیں دیکھتے رہیے، سینکڑوں

جگہ محل کھڑے کر لئے، عوام کا خون چوس رہے ہیں اور اپنا خون بڑھا رہے ہیں، تعلیم بچوں کی ہو نہیں رہی، کیوں کہ ان کے پاس فیس ادا کرنے اور کتابیں وغیرہ خریدنے کے لئے پیسہ نہیں، عوام بھوک کے تڑپ رہے ہیں، کسی کے یہاں سینکڑوں بیویاں ہیں، کسی کے پاس داشتائیں ہیں، ناجائز تعلقات ہیں، کھلی حرام کاری کر رہے ہیں، شراب پیتے ہیں، ان کی بیویاں یورپ کے بازاروں میں جاتی ہیں خریداری کے لئے تو تاجر مالا مال ہو جاتے ہیں، مرتے ہیں تو شاہی مقبرے تیار ہو جاتے ہیں۔ ادھر عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں عائشہؓ سے فرمایا کہ بیٹی! مجھے میرے مستعمل کپڑوں میں دفنا دینا۔ بیٹی نے عرض کیا کہ اباجان اگر نیا کپڑا کفن کے لئے لے لیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ بیٹی! نئے کپڑے کے زندہ زیادہ مستحق ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اعلی اللہ مقامہ فی الفردوس۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خصوصیات

دوسرے خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں، سبحان اللہ عمر کیا ہیں، اسلام کا معیار و ایمان کی کسوٹی، بمبئی کے شیعوں نے ایک بار قائد اعظم محمد علی جناح سے کہا تھا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تبرا کے لئے جلسہ کر رہے ہیں، آپ بھی اس میں شرکت کر لیجئے۔ قائد اعظم نے کہا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام سے نکال دیا جائے، تو اسلام کے پاس کیا رہ جائے گا۔

واقعۃً عمر رضی اللہ عنہ اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ یہ بھی فرمایا کہ عمرؓ جس راستہ سے آ رہے ہوں، شیطان اس راستہ پر چلنے کی ہمت نہیں کرتا۔ ابن سیرین مشہور معبر نے لکھا ہے کہ اب بھی اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی خواب میں دیکھے تو ان شاء اللہ شیطان کے وساوس سے محفوظ رہے گا۔ علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ تمام صحابہ میں دینی شدت تھی اور ویسے قلب کے گداز تھے۔ سیدنا ابوبکر کے بعد باتفاق اکابر صحابہ امیر المؤمنین منتخب ہوئے، کس شان کی خلافت کہ دنیا کی تاریخ مثال پیش نہیں کر سکی۔ آزاد ہندوستان میں جب عارضی گورنمنٹ بن رہی تھی، تو گاندھی نے کانگریسی وزرا سے کہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حکومت کرنا! یہ بیچارے تو کیا کرتے خود مسلمانوں کو ایسی حکومت کرنی نصیب نہ ہوئی۔ انصاف کا یہ عالم تھا کہ ان کے برادر نسبتی شراب نوشی کے الزام میں پکڑے گئے۔ الزام ثابت ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد جاری کر دی، حضرت علیؓ نے حد نافذ کرنے کا ارادہ کیا تو ان صحابی نے بتایا کہ مجھے بخار ہے۔ حضرت علیؓ لوٹ گئے فرمایا کہ امیر المؤمنین! یہ بیمار ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حد کی تاب

نہ لائے اور ہلاک ہوجائے، جب کہ شریعت شراب نوش کی جان نہیں لیتی، بلکہ حد جاری کرتی ہے، حضرت عمرؓ چلے آئے اور فرمایا کہ اگر یہ حد کے دوران مرجائے تو بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ عمر اس سے پہلے وفات پاجائے اور خدا تعالیٰ عمر سے پوچھے کہ تم نے ایک مجرم کو کیسے چھوڑا؟۔ پھر خود درہ اٹھا کر کھڑے ہو گئے تو اپنے غلام سے فرمایا کہ نیا مضبوط کوڑا لاؤ، حد جاری کر کے چھوڑی۔ مہلت کے بھی دارانہ ہوئے۔ یہ ہیں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت کردہ کہ اپنے برادر نسبتی کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں بخشا۔ آج شہزادے، وزیر زادے بدترین جرائم میں پکڑے جاتے ہیں اور چھوٹ جاتے ہیں۔

صحابہؓ کا احترام ومحبت ضروری ہے

اور بھائی یہ جو ایک صحابی نے صحابی ہونے کے باوجود شراب پی، تو اس پر بدگمان نہ ہوجانا! صحابیت کی بنا پر طبیعت کے تقاضے یکسر ختم نہیں ہوجاتے، البتہ فیض صحبت رسول کی وجہ سے یا تو گناہ کا ارتکاب ہی نہ ہو اور اتفاقاً ہوجائے تو اصرار نہیں کرتا، جلد توبہ کی توفیق ہوتی ہے، جب کہ ہمیں اور آپ کو گناہوں کا احساس ہی نہیں ہوتا گویا کہ گناہ ہم میں رچ بس گئے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں سخت قحط ہوا، عوام پریشان حال وپریشان بال تھے، اس دور میں حضرت عمرؓ باوجود امیر المؤمنین ہونے کے عوام کی طرح روکھی سوکھی پر قناعت کرتے۔ گورنر یمن آئے اور انھوں نے وہاں کا مشہور حلوہ بطور ہدیہ حضرت عمرؓ کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے سونگھ کر فرمایا کہ خوشبو سے تو اچھا ذائقہ دار معلوم ہوتا ہے۔ دریافت فرمایا کہ وہاں کی عام پبلک اسے استعمال کرتی ہے؟ گورنر نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت مہنگا ہے، عوام نہیں کھا سکتے۔ حضرت نے یہ کہتے ہوئے واپس کردیا کہ جس چیز کو عام پبلک استعمال نہ کرسکے، امیر کے لئے جائز نہیں کہ اسے استعمال کرے۔

دیکھا آپ نے! آج کل امیر اور رعایا کی زندگی میں، رہن سہن میں، لباس وپوشاک میں، کھانے پینے میں، زمین وآسمان کا فاصلہ ہے۔ اور ایک یہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ اس چیز کو گوارا نہ کیا جو عام پبلک استعمال نہ کرسکے۔ آج کل کے وزیر اور امیر خزانوں کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں، اپنی بدترین عیاشیوں پر صرف کرتے ہیں، ادھر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کی ایسی تربیت عطا فرمائی تھی کہ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے خزانچی نے اطلاع دی کہ سرکاری خزانے میں کچھ بھی نہیں رہا۔ فرمایا کہ وہاں جھاڑو دے دو اور مصلیٰ بچھاؤ، میں آتا ہوں، نماز پڑھ کے دعا کروں گا۔ خزانچی چلا تو حضرت عمرؓ کا کمسن پوتا بھی ساتھ ہولیا۔ خزانے میں کوڑی پڑی ہوئی تھی۔ بچے نے کھیل سمجھ کر مانگ لی۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی پہونچ

گئے، بچے کے ہاتھ میں کوڑی دیکھ کر غضب ناک ہو گئے، بچے نے کوڑی منہ میں رکھ لی، حضرت عمرؓ نے پٹک کر انگلی سے کوڑی نکالی اور پھر بپھرے ہوئے شیر کی طرح خزانچی پر دوڑے۔ فرمایا کہ تمہیں کیا حق تھا کہ کوڑی بچے کو دو، یہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت، یہ ہیں اسلامی رہبر۔

حضرت عثمان غنیؓ کے حالات وخصوصیات

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، دل کے غنی، حیا کے پیکر، دو صاحبزادیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے نکاح میں آئیں، پھر بھی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اور لڑکیاں ہوتیں تو عثمان کو دیتا۔ صاحبو! آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دامادی اتنی بڑی سعادت ہے، جس کا تصور بھی ممکن نہیں، حلم میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ تمام صحابہ میں ان کی نظیر نہیں، آپ کا یہی حلم پریشانیوں کا باعث بنا۔ محاصرہ کے دور میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ حضرت عائشہؓ نے کہلا کر بھیجا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیے، تا کہ باغی آپ کا محاصرہ ختم کر دیں، جواباً فرمایا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ عثمان تمہیں ایک قبا پہنائی جائے گی، لوگ اسے زبردستی اتارنا چاہیں گے۔

دور خلافت میں ایک بار مال غنیمت میں عطر آیا، سب مجاہدین میں تقسیم کر دیا، اہلیہ محترمہ نائیلہ مانگتی رہیں، ایک بوند بھی نہیں دی، حالاں کہ شرعاً لینے کے حق دار تھے۔ نمٹا کر باہر تشریف لے گئے تو سیدہ نائیلہ نے برتن میں ہاتھ پھیر کر لگا، لیا فرمایا کہ نائیلہ تم؟؟ تقوے کی اور اس احتیاط کی، مشتبہات سے بچنے کی اس کوشش کی تاریخ میں نظیر ڈھونڈو، ڈھونڈتے ہی رہو گے ملے گی نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف

چوتھے خلیفہ علی کرم اللہ وجہہ ہیں، شیر خدا۔ بچپن میں اسلام قبول کرنے والے۔ ہر غزوہ میں شرکت، بے مثال شخصیت کے مالک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد، جب امیر المومنین منتخب ہوئے، قاتلین عثمان کے معاملہ پر غلط فہمی میں مبتلا ہو کر پہلے عائشہؓ مقابلہ میں آئیں، پھر حضرت معاویہؓ سے جھڑپیں ہوئیں اور صفین کا معرکہ جو معاویہ سے ہوا، وہ تو اسلامی تاریخ کا ہولناک واقعہ ہے، ایک بار سردی کا زمانہ تھا، صبح ہی صبح کوئی حضرت علیؓ کے یہاں ضرورت سے پہونچا، دستک دی تو امیر المومنین اندر سے باہر آئے۔ معمولی کرتہ پھٹا ہوا پہن رکھا تھا، جس پر چمڑے کے پیوند لگے تھے، نہ شیروانی، نہ قبا، نہ چسٹر، نہ کشمیریوں کا پیرہن، نہ قیمتی شال نہ گراں قدر چادر، سردی سے کانپ رہے تھے۔

مسلم عائلی قوانین، دستورِ ہند اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی

استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند و رکن بورڈ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ساری کائنات کا خالق ہے انسانوں اور انسانیت کی فلاح کے لئے دنیا میں ایک نظام بنایا، ہر مخلوق کے لئے اس کی قوت وصلاحیت کے مطابق نظام عمل متعین فرمایا، انسانوں کے لئے از ابتدا تا قیامت کے لئے ایسے قوانین اور نظامِ زندگی عطا فرمایا، جس میں انسانیت کی فلاح وبہبود کا راز مضمر ہے، اور وہی نظام خیر اور باعث رحمت ہے۔ اور وہی نظام دین کہلاتا ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے: ''**إن الدين عند الله الإسلام**'' یعنی اللہ کے نزدیک جو نظام زندگی ہے وہی دین اسلام ہے، پھر اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے رسول محمد ﷺ کے ذریعہ جو قانون ہمیں عطا کیا ہے اس کے مختلف شعبے ہیں، ان میں ایک شعبہ وہ ہے جو انسانی سماج اور معاشرہ سے تعلق ہے، جس پر خاندانی نظام زندگی کی بنیاد واساس ہے، جس میں خاندان کے مختلف افراد کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو واضح اور متعین کیا گیا ہے، ان قوانین کو ہی اردو میں عائلی قوانین سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کو انگریزی دور حکومت میں ''مسلم پرسنل لا'' کا نام دیا گیا، اس کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ محرک واولین جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ایک مختصر عبارت:

> ''انسانی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس کی شخصی اور خاندانی زندگی ہے، جس کا دائرہ محدود ہے، اس میں انسان کے ذاتی معاملات آتے ہیں، یا پھر وہ چیزیں جو اس کے اور اس کے خاندان کے درمیان معاملات اور حقوق وفرائض سے متعلق ہوتی ہیں۔ مثلاً ازدواجی تعلق، ماں باپ اور اولاد کا تعلق، وراثت، ایک دوسرے پر نفقہ اور حق

پرورش وغیرہ، دوسری زندگی شہری اور اجتماعی زندگی ہے جس کا دائرہ خاندانی تعلقات کی حدود سے آگے بڑھ کر شہر، ملک اور بین الاقوامی امور تک کو اپنے احاطے میں لے لیتا ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر گوشے کے لیے خواہ اس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہو یا انفرادی زندگی سے، اصول بتائے ہیں جن پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں اور اس کے بعد بھی عمل ہوتا رہا ہے، لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اجتماعی قوانین، جن کی روشنی میں حکومت چلائی جاتی تھی عملاً ختم ہوتے رہے اور کتابوں میں محفوظ ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ہندوستان میں جب انگریزوں کا غلبہ ہوا تو صرف ''انفرادی زندگی'' کے قوانین عملاً باقی رہے، جسے بعد میں عام سرکاری عدالتوں کے حوالے کر دیا گیا، انفرادی زندگی کے یہ اسلامی قوانین ''مسلم پرسنل لا'' کہلائے، گویا مسلم پرسنل لا کی اصطلاح انگریزوں کا عطیہ ہے، جو قوانین اسلامی کا ہی ایک حصہ ہے جن کی تفصیلات فقہاء اسلام کے ہاتھوں مرتب ہوئی تھیں اور جن کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔

جب ہندوستان آزاد ہوا تو اس ملک کو ایک ''جمہوری ملک'' بنانے کا فیصلہ کیا گیا، جس میں فرد کے ذاتی رجحانات، افکار و عقائد اور تہذیب و تمدن کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور دستور کے بنیادی حقوق کی دفعات کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو محفوظ کر دیا گیا، مگر کچھ مریض ذہنیت مسلم پرسنل لا کی جگہ یکساں شہری قانون نافذ کرانا چاہتی رہی ہے، حکومت بھی بعض عمومی قوانین کے ذریعے ''مسلم پرسنل لا'' میں تبدیلی کی کوشش کرتی رہی ہے اور کچھ اس قسم کے احکام و ہدایات دیتی آئی ہے، مثلاً یہ حکم جاری کیا گیا کہ حکومت کا کوئی ملازم اجازت حاصل کیے بغیر دوسری شادی نہیں کرسکتا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تعدد ازدواج کو مسلم کے لیے ممنوع قرار دے دیا، اسی سلسلے کا ایک اہم قدم متبنّٰی بل کی شکل میں اٹھایا گیا تھا جو اسلام کے مختلف صریح قوانین وضوابط سے ٹکراتا اور مسلم پرسنل لا کے ایک اہم حصے کو پورے طور پر مجروح کرتا ہے اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کرتا ہے۔ یکساں سول کوڈ سراسر غیر اسلامی چیز ہے اور یہ موجودہ ہندو کوڈ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ مسلم پرسنل لا کی جگہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے مسلمانوں کی عائلی زندگی کی پوری عمارت ڈھہ جائے گی۔''

موجودہ وقت میں ملک میں ایک ایسی جماعت کی حکومت برسر اقتدار آئی ہے جو اپنی فسطائیت اور مسلم دشمنی کے لئے بدنامی کی حد تک مشہور ہے، ہندوستان جمہوریہ کے آئین اور دستور کی بالادستی تسلیم کرنے

کے باوجود ہر شعبے میں اپنی اعلانیہ یا خفیہ پالیسیوں کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہے، خاص طور پر وہ معاملات اور مسائل جو مسلمانوں یا دیگر اقلیتوں سے متعلق ہوں، ان میں غیر جمہوری طریقے سے یا دستور کے اپنے حسب منشاء تشریح کے ذریعہ مداخلت کی راہ تلاش کرتی ہے، گذشتہ دنوں طلاق ثلاثہ کے عنوان سے یا عورتوں کے یکساں حقوق اور آزادی کے نام پر جو حکومتی موقف سامنے آیا ہے وہ دراصل پورے ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے اقدام سے عبارت ہے، اور مسلمانوں کے عائلی قوانین میں مداخلت یا ترمیم کی یہ پہلی کوشش نہیں ہے، ملک کی آزادی اور دستور سازی کے بعد ہی سے اسی طرح کی کوششیں ہوتی رہی ہیں، اور تمام مسلمانوں کی جانب سے واضح کر دیا جاتا رہا ہے کہ ہم اپنی شریعت یا شریعت میں دیے گئے عائلی قوانین کے پابند ہیں، اور یہی ہمارا ایمان وعمل ہے، اس لئے دستور ہند کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہمیں اپنے قوانین پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، اس میں کسی کی مداخلت منظور نہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے تھوڑی تفصیل پیش خدمت ہے:

●

ہندوستان میں مغلیہ عہد حکومت کے زوال کے بعد انگریزوں کی ہندوستان آمد اور مغربی تہذیب و علوم کی اشاعت شروع ہوئی اور سقوط حکومت ۱۸۵۷ء کے بعد تو ملک میں مکمل طور پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا، اور استعماری قوت نے خاص طور پر مسلم معاشرہ اور اسلامی تہذیب وقوانین کو اپنے جور واستبداد کا نشانہ بنایا، علماء دین اور دانشوران ملت پر ظلم وستم ڈھائے، کیونکہ یہی طبقہ انگریزی حکومت سے بغاوت کیلئے عوام کی رہنمائی اور سربراہی کرتا رہا، پھر مغربی علوم اور ثقافت کو تمام باشندگان ملک پر مسلط کرنے کی پالیسی جاری ہوئی، اسلامی علوم وتہذیب کی بقاء وتحفظ کیلئے ملک کے گوشے گوشے میں علماء ومفکرین نے مسلمانوں کیلئے تعلیمی اداروں کی بنیادیں ڈال دیں، اس وقت تک ملک میں مسلم حکمرانوں کے ذریعہ جاری کردہ ملکی وعائلی قوانین ہی کا نفاذ ہوتا رہا، مسلم امت کے عائلی اور معاشرتی قوانین کی تنسیخ کی کوششیں نہیں ہوئیں، نہ ان میں تبدیلی کی پالیسی حکومت کے زیر غور رہی، یہ بھی حکومت وقت کی ہندوستان میں بغاوت اور افراتفری یا بدنظمی سے بچے رہنے کی ایک مصلحت اور ملکی نظم کی ضرورت تھی، البتہ انگریزوں نے اسلامی قانون کو رفتہ رفتہ ختم کرنے کی ابتدا کر دی تھی، سب سے پہلے ۱۸۶۶ء میں حکومت برطانیہ نے فوجداری قانون کو ختم کیا، پھر قانون شہادت اور قانونِ معاہدات منسوخ کئے اور بالآخر مسلمانوں کے ''معاشرتی قوانین'' میں تبدیلی کی راہیں ہموار کی جانے لگیں اور اس کیلئے حکومت نے ''رائل کمیشن'' مقرر کیا، اس کمیشن نے قوانین اور صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد حکومت کو واضح کر دیا کہ ان قوانین کا تعلق مذہب سے

بہت گہرا ہے، اس لئے ان میں تبدیلی کا مطلب براہ راست مذہبی امور میں مداخلت اور مذہبی آزادی کو مجروح کرنا ہوگا، چنانچہ حکومت نے اقتدار کے تحفظ کیلئے مذہبی معاملات میں مداخلت کا ارادہ ترک کردیا اور کسی طرح کی تبدیلی کی بجائے مسلمانوں کیلئے ''قانون شریعت'' اور ہندوؤں کیلئے ''دھرم شاستر'' پر عمل آوری کو جاری کردیا۔اسی دوران ۱۹۳۶ء میں ایک عدالت نے ہندو رواج کے مطابق وراثت میں بہن کو حصہ دینے سے انکار کردیا، ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ اسلامی قانون کے خلاف تھا اس لئے اس وقت کے علماء کرام نے تحفظ شریعت کے عنوان سے اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی اور زبردست جدوجہد کی، ان کی کوششیں بارآور ہوئیں اور ۱۹۳۷ء میں ''شریعت اپلی کیشن ایکٹ'' بنا جس کے مطابق مسلمانوں کیلئے اس کی گنجائش ہوئی کہ وہ اپنے عائلی قوانین (نکاح، طلاق، خلع، ظہار، فسخ نکاح، حق حضانت، ولایت، میراث، وصیت، ہبہ اور شفعہ) میں شریعت اسلامیہ کے پابند رہیں، عدالت کو پابند کیا گیا تھا کہ فریقین مسلمان ہوں تو شریعت اسلامی کے مطابق فیصلہ ہوگا، خواہ ان کا عرف ورواج کچھ بھی ہو، بہرصورت قانون شریعت کو اس پر بالادستی حاصل ہوگی۔

●

۱۹۴۷ء میں ملک برطانوی غلبے سے آزاد ہوا تو ملک دو حصوں میں منقسم ہوگیا، ہندوستان کا مغربی اور مشرقی حصہ الگ ہو کر ایک نئی مملکت بنا، ہندوستان میں رہنے والوں میں ہر مذہب کے ماننے والے موجود تھے، ہندوؤں کی بڑی اکثریت تھی اور دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی تھی ان کے علاوہ عیسائی، سکھ، بودھ، جین اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی بڑی تعداد رہی، اب نہ مسلمانوں کی حکومت باقی رہی، نہ برطانوی استعمار، ملک کو منظم اور متحد رکھنے اور تمام فرقوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں اس بنیاد پر حکومت کی تشکیل ہوئی، نئے ملک کیلئے دستور سازی کا مرحلہ پیش آیا، تو اسکو ایک جمہوری اور عوامی ملک قرار دیا گیا، جسکی تشکیل برطانوی طرز حکومت پر ہوئی۔عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ایوان قانون ساز ادارہ قرار پایا، آئین اور دستور بنائے گئے۔ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی سربراہی میں بنیادی اور رہنما اصولوں پر مشتمل دستور بنا، جس میں دفعات کے تحت حقوق، عدل وانصاف اور ملک کیلئے قوانین کی تصریحات موجود ہیں، ان میں سیکولرزم کو بنیادی حیثیت دی گئی، یعنی غیر مذہبی حکومت، دستور ساز کمیٹی نے بنیادی اصولوں میں ملک کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب، تہذیب اور عائلی قوانین پر عمل کی آزادی رکھی، چنانچہ دفعہ ۲۹ میں وضاحت ہے کہ تمام شہریوں کو اپنے رسم ورواج اور شریعت کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ اسی کے ساتھ دستور میں کچھ رہنما اصول بھی طے کئے گئے تھے جن میں ایک دفعہ (۴۴) تھی جس کے مطابق

حکومت کو ہدایت یا اجازت دی گئی کہ وہ پورے ملک میں ''یکساں سول کوڈ'' کے نفاذ کی کوشش کرے، اس رہنما اصول میں مسلمانوں کے عائلی قوانین (مسلم پرسنل لاء) میں مداخلت کی گنجائش موجود تھی، اسلئے مسلم ممبران اور قائدین نے اس پر سخت اعتراضات کئے اور اس میں ترمیمات پیش کیں، مگر ڈاکٹر امبیڈکر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ کیا کوئی حکومت یہ پسند کرے گی کہ ملک کی ایک بڑی آبادی مسلمان اسکے خلاف ہو جائے، اور کوئی پاگل حکومت ہوگی جو ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی کوششیں کریگی۔

اس رہنما اصول کے علاوہ بھی کچھ رہنما اصول شامل دستور کئے گئے جو ملکی مفادات میں تھے، مگر ان اصولوں پر توجہ دینے کی حکومت کی جانب سے کوئی کوشش ہی نہیں ہوئی، البتہ چند سال گذرنے کے بعد ہی حکومت کی بعض ایجنسیوں کی جانب سے یکساں سول کوڈ لاگو کئے جانے کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہندو پرسنل لاء میں تبدیلی کی گئی تو اس وقت کے وزیر قانون مسٹر پاٹیکر نے اس بات کا اشارہ دیا کہ یہ ترمیم یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی پہلی کڑی ہے، بتدریج اسکو پورے ملک میں نافذ کیا جائے گا۔ اس سے علماء دین و دانشوران ملت چونک اٹھے، پھر جب حکومت کو محسوس ہوا کہ مسلمانان ہند قانون شریعت میں کسی بھی تبدیلی کو ہرگز قبول نہیں کریں گے تو حکمت عملی بدل دی گئی، اور اعلان کر دیا گیا کہ جب تک مسلمان خود مطالبہ نہ کریں ان کے پرسنل لا (عائلی شرعی قوانین) میں تبدیلی نہیں کی جائے گی، مگر کچھ فرقہ پرست جماعتوں اور حکومت میں شامل عناصر کی جانب سے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی آوازیں گاہے بگاہے سنائی دیتی رہیں، پھر درپردہ کچھ ایسے افراد کے ذریعہ سے اس طرح کی باتیں کہی جانے لگیں، یا کہلائی جانے لگیں جو نام کے مسلمان تو تھے مگر ایمان و عمل اور شریعت کی ضرورت و اہمیت سے بے گانے تھے، گویا حکومت کیلئے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے راستے ہموار کئے جانے لگے، اس کا اظہار ۱۹۷۲ء میں ''متبنّٰی بل'' کی صورت میں ہوا، جو تمام شہریوں (بشمول مسلمان) کیلئے قابل نفاذ ہوتا، اس وقت کے وزیر قانون نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسودہ قانون یکساں سول کوڈ کی طرف پہلا مضبوط قدم ہے۔ اس بل کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے متوقع درپیش خطرات کے بادل منڈلانے لگے، علماء دین، قائدین اور دانشوران قوم کے سامنے تحفظ شریعت کے حوالے سے سوالیہ نشانوں کی ایک لمبی لائن کھڑی ہو گئی۔

●

متبنیٰ بل کی تیاری اور اسے قانونی شکل دینے کے بعد یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی کوششوں کے لئے یہ گویا حکومتی اقدام تھا، اس لئے ضرورت تھی کہ اس کے تدارک اور دفاع کے لئے متحدہ آواز بلند ہو، اسی دینی ضرورت اور ملی حمیت کا جذبہ اس وقت کے مسلم قائدین کے دلوں میں جو بیدار ہوا، اور اللہ تبارک

وتعالیٰ نے اس کو ایک تحریک کی شکل دینے کی سعادت ایک مردمجاہد دوربین اور دوراندیش عالمِ دین کو عطا فرمائی، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے سربراہ امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے اپنے رفقاء کار حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمی اور حضرت مولانا سید نظام الدین ناظم امارتِ شرعیہ سے مشورہ کیا، اس خدمت کو ملک گیر سطح پر عام کرنے کے لئے انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب کو متوجہ کیا، جس کے نتیجے میں بعض اراکین شوریٰ دارالعلوم اور اساتذہ کے علاوہ ملک کے بعض دانشوروں و قانون دانوں کو مدعو کیا گیا، قابل ذکر شخصیات میں حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ، عالیجناب مولوی محمد یونس سلیم صاحب مرکزی وزیر و سابق گورنر بہار اور معروف قانون داں پروفیسر طاہر محمود صاحب جیسے افراد شریک ہوئے، حالات کا جائزہ لینے کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے فوری طور پر ایک کنونشن منعقد کرنے کی تجویز فرمائی، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر دیوبند سے ایک وفد بمبئی گیا، تاکہ وہاں کے علماء اور دیندار مسلمانوں کو کنونشن منعقد کرنے کیلئے آمادہ کریں اور اسکا طریقہ کار متعین کریں، ملک بھر کے مشائخ عظام، علماء کرام، ماہر قانون داں مسلم افراد اور قائدین ملت سے رابطے کئے گئے، اور طے پایا کہ ماہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں ایک تاریخ ساز اجلاس منعقد ہو جو تحفظ شریعت کے عنوان سے ہو، اس طرح ''مسلم پرسنل لا کنونشن'' کا انعقاد ہوا جو ہندوستان کی تاریخ میں مختلف حیثیتوں سے پہلا تاریخی اور عظیم الشان اجلاس تھا، جو ملک کے تمام مسلمانوں کے اتحاد و جمعیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا، جسکی قیادت حکیم الاسلام اور حضرت امیر شریعت رحمہما اللہ فرما رہے تھے۔

●

دارالعلوم دیوبند میں اکابر امت کی نشست کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مؤرخہ ۲۷/۲۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء میں بمبئی میں وہ عظیم الشان تاریخ ساز ''مسلم پرسنل لا کنونشن'' منعقد ہوا، جہاں مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کی داغ بیل پڑی، یہ اجلاس ہندوستان کی تاریخ میں لا ثانی اور بے مثال تھا، اسمیں شرکت کرنیوالوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی، اور اسمیں جلوہ افروز ہونے والی مسلم تنظیموں، فرقوں، مختلف مسالک کے اعلیٰ ترین علماء و مشائخ، مسلم قائدین، سیاسی مسلم رہنماؤں اور اہل علم، دانشوروں کی شخصیتوں کے اجتماع کے لحاظ سے بھی جس میں پہلی بار مسلمانوں کے تمام مسالک اور تنظیموں کے جلیل القدر رہنما موجود تھے، اتحاد امت کا ایسا نظارہ برصغیر ہند نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، مسلمانوں کے اتحاد کا ایسا انوکھا اور نمائندہ اجتماع کہ کسی نے سچ کہا تھا کہ آج ہندوستان کے کسی

گوشے میں جا کر دریافت کرو کہ مسلمانوں فلاں رہنما، قائدین اور علماء کہاں ہیں تو ایک ہی جواب ملے گا کہ وہ سب آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن میں ہیں، بمبئی کے ناموار افراد نے شرعی قوانین کے عنوان پر اس عظیم کنونشن کیلئے انتھک جدوجہد کی، علماء، دانشوران اور دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کی کامیابی کیلئے سرگرم رہا، خاص طور پر جناب یوسف پٹیل صاحب جو بعد میں بورڈ کے سکریٹری منتخب ہوئے۔

تحفظ شریعت اور مسلمانوں کے ملیّ تشخص کی بقاء کا عنوان تھا اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب علیہ الرحمہ کی دعوت تھی، بلاتفریق مسلک ومشرب سب ہی جمع ہوئے، حنفی، شافعی بھی تھے، اور اہل حدیث بھی، سنی بھی اور شیعہ بھی، دیوبندی بھی تھے اور بریلوی بھی، داؤدی بوہرہ بھی اور سلمانی بوہرہ بھی تھے، اوروں کی ایک ہی آواز تھی، ہم شرعی قوانین پر عمل پیرا رہیں گے، اور اسمیں کسی طرح کی کوئی ترمیم اور مداخلت قبول نہیں ہوگی۔ یہ خالق کائنات کے بنائے قوانین ہیں اسمیں ترمیم وتبدیلی کی گنجائش نہیں، پورے اجلاس کا ایک ہی عنوان تھا ''لاتبدیل لکلمات اللہ'' (اللہ کے فرمان میں کوئی تبدیلی نہیں)

اس اجلاس کے صدر حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ صدارت میں سب سے پہلے حاضرین اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا تھا، پھر بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا کہ اسلامی شریعت کوئی انسان کا وضع کردہ نظام نہیں ہے، جس میں تبدیلی کی گنجائش ہو، یہ خدا کا قانون ہے، قانون فطرت ہے اور فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی، اگر کوئی زمین، آسمان، چاند، سورج اور کواکب ونجوم کو نہیں بدل سکتا، صرف اس سے فائدہ ہی اٹھا سکتا ہے تو دین کے کلیات وجزئیات، احکام وآداب، اخلاق وعقائد، معاملات ومعاشرت اور اجتماعی قوانین سے لے کر عائلی قوانین تک کی فطری حدود کو بھی نہیں بدل سکتا۔

پھر مختصر طور پر عائلی قوانین اور مسلم پرسنل لا کی تبدیلیوں اور امت کے علماء ربانی ومشائخ حقانی کے دفاع کا سرسری تذکرہ کرتے ہوئے اس وقت سرکاری کارروائیوں اور اعلانات کا ذکر کیا اور مسلمانوں کی آواز کے بارے میں فرمایا تھا:

> ''پرسنل لا کے بارے میں سرکاری طور پر گو یہ بھی اعلان ہے کہ اسمیں مسلمانوں کی مرضی کے بغیر کوئی بھی ترمیم وتبدیلی نہیں ہوگی، لیکن ساتھ ہی بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ تبنیت اور سرکاری ملازمین کے لیے نکاح ثانی کے حق پر پابندی نے جو پرسنل لا میں عمل ترمیم کا آغاز ہے پرسنل لا کے بارے میں مسلمانوں کی تشویش کو حق بجانب بنادیا ہے۔ اس لئے وہ متفقہ آواز اٹھانے پر مجبور ہوئے اور جس کی گونج ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائے گی۔''

اسی کنونشن میں ایک متحدہ پلیٹ فارم کی تشکیل پر تمام افراد متفق ہوئے اور طے پایا کہ اگلے ہی سال حیدرآباد میں ایک اجلاس عام منعقد کرکے ''آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ'' کا آغاز ہوجائے، چنانچہ ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد میں اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اجلاس منعقد ہوا اور باتفاق آراء حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ کو بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا اور امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کو جنرل سکریٹری، درحقیقت یہی دونوں حضرات ہی اس کے محرک اوّل تھے، اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ایک عدیم النظیر اجتماعی تنظیم وجود میں آئی۔

●

''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کی باضابطہ تشکیل اور ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے اجتماع عظیم کی ساری کارروائی حکومت ہند تک بھی پہنچی، چنانچہ حکومت نے اس ''متبنّٰی بل'' کو سردخانے میں ڈالدیا اور بالآخر ۱۹۷۸ء میں جنتا حکومت نے اسے واپس لے لیا تھا۔

ابھی اس تنظیم کے تعارف اور اسکے اغراض ومقاصد کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کا عمل جاری تھا کہ ۱۹۷۵ء میں وزیراعظم اندرا گاندھی نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کردی اور تمام بڑے سیاسی وسماجی رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا، جمہوری نظام معطل ہوگیا اور ہر فیصلہ بزور نافذ کیا جانے لگا، خاص طور پر ''تحدید نسل'' کیلئے جبری نسبندی کا عمل شروع ہوگیا، عمل تولید کے فطری قانون پر رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں، اور حکومت کے فیصلوں پر احتجاج کی ساری راہیں جبراً مسدود کردی گئیں، یہ قانون بھی شریعت اسلامیہ کے خلاف تھا، مسلمانوں کے عائلی قوانین پر تنسیخ کا عمل تھا۔

اسلئے حضرت حکیم الاسلامؒ کی قیادت اور حضرت امیر شریعت کے جرأتمندانہ اقدام کے تحت اس پر آشوب اور سخت کٹھن مرحلے میں دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور تمام متوقع خطرات اور قید وبند کی صعوبتوں کے علی الرغم بورڈ نے حکومت کے اس فیصلے کی سخت مخالفت کی اور واضح کیا کہ مسلمانوں کیلئے قانون ضبط ولادت کیلئے جبری نسبندی قطعی قبول نہیں ہے، یہ ایک تاریخ نشست تھی اور تاریخ ساز فیصلہ جسے آج بھی تاریخ، مسلم پرسنل لابورڈ کے نمایاں ترین خدمات اور کارنامے کے بطور محفوظ کئے ہوئے ہیں۔

پھر ۱۹۷۸ء میں الٰہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے مساجد ومقابر کو ایکوائر کرنے کے سلسلے میں ایک ایسا فیصلہ صادر کردیا جو نہایت سنگین نتائج کا حامل تھا، جس کے مطابق حکومت مساجد ومقابر کی ملکیت کبھی بھی سلب کرسکتی تھی، بورڈ نے اسکے خلاف پورے ملک میں تحریک چلائی، اس جدوجہد کے نتیجے میں یوپی اور

راجستھان نے ایکوائر کے احکام واپس لے لئے۔

پھر ۱۹۸۰ء کو اوقاف کی جائیدادوں پر حکومت کی جانب سے ٹیکس عائد کرنے کے احکامات جاری ہوئے، مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس کی سخت مخالفت کی اور اوقاف کی جائدادوں کو ٹیکس سے مستثنیٰ کروانے میں بورڈ کامیاب رہا۔

●

پھر ۱۹۸۳ء میں جب صدر بورڈ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو نئے صدر مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی سربراہی اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کی قیادت میں مسلم پرسنل لا بورڈ اپنی خدمات کو وسیع کرتا گیا، بالآخر جب ۱۹۸۶ء میں مشہور زمانہ مقدمہ شاہ بانو سامنے آیا جب عدالت نے مسلم مطلقہ خاتون کے لئے مستقل نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر پر عائد کئے جانے کا فیصلہ صادر کیا جو ''مسلم پرسنل لا'' کے خلاف تھا تو حضرت مولانا منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے اس فیصلہ کے خلاف ایسی ملک گیر تحریک شروع کی جس کی نظیر نہیں ملتی، اور حقیقت میں اب ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے سامنے بورڈ کی خدمات اور جدوجہد اور اس کی افادیت وضرورت کا احساس عام ہوا اور حکومت نے قانون سازی کے ذریعہ مسلمانوں کے مطالبات منظور کئے، پھر بابری مسجد سانحہ اور اس سے متعلق مقدمات کی پیروی اور مسلم پرسنل لا مخالف فیصلوں کا دفاع اور مسلمانوں کے دوسرے ضروری امور کی نگرانی، نیز مسلمانوں میں شرعی قوانین پر عمل کرنے کی ترغیب، دارالقضاء کا قیام یا تحریک اصلاح معاشرہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی خدمات سے عبارت ہے، اس طرح بورڈ کی ہمہ گیر خدمات اور مسلسل جدوجہد مسلمانان ہند کی تاریخ کا روشن باب ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۵ کا: ضرورت مند نے اپنی بات پوری کی۔ چلتے ہوئے وہی بولا کہ امیر المومنین قیامت کی سردی پڑ رہی ہے، اگر آپ بیت المال سے کچھ لے کر گرم کپڑے بنوا لیتے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ فرمایا کہ بیت المال غریب مسلمانوں کا ہے۔ نہ علی کا ہے، نہ علی کے باپ کا، اسے کیا حق ہے کہ اس میں سے کچھ لے، یہ فرماتے ہوئے اندرون خانہ تشریف لے گئے۔

بزرگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ حاکم وحکمراں دیئے تھے، جو نہ طالب دنیا تھے، نہ جاہ پسند اور نہ حصول اقتدار کے شیدائی، نہ حکومت وامارت کے دلدادہ، ان کے سارے کام اللہ کے لئے تھے، ان کا مقصود صرف خدا کی رضا تھی، یہ عبادت کا اہتمام کرنے والے، یہ ریاضت کے خوگر، یہ زہد کے پہاڑ تھے، یہ تقویٰ کے مینار تھے۔ ع

اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

استاذ دار العلوم وقف دیوبند

ربّ کائنات نے کائنات کا نظام اس طور پر قائم فرمایا ہے کہ کسی چیز کو دوام نہیں بخشا اور کسی مخلوق کو ہمیشہ اس دنیا میں رہنے کی خوش خبری نہیں دی۔ جو موجود ہے اسے مٹ جانا ہے، صرف وہ مخلوقات ہی موت کے دروازے سے نہیں گزریں گی جن میں روح دوڑ رہی ہے، جو چل رہی ہیں، پھر رہی ہیں، حرکت کر رہی ہیں، بلکہ وہ مخلوقات بھی موت کے دامن میں پناہ لیں گی، جو جمادات میں سے ہیں، نباتات میں سے ہیں، سب پر موت طاری ہونی ہے۔ رب دوجہاں نے اس دنیا کے مقدر میں فنا ہونا تحریر فرما دیا ہے، چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج نکلتا ہے، ڈوب جاتا ہے، یہ سورج کی موت ہے، چاند روشن ہوتا ہے غروب ہو جاتا ہے، اسے چاند کی موت کہتے ہیں۔ یہ جو پھیلا ہوا آسمان ہم دیکھتے ہیں، یہ بھی ایک دن بادلوں کی طرح اڑتا پھرے گا اور اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ یہ جو پہاڑ دکھائی دیتے ہیں جن کا اپنی جگہ سے ہلنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، یہ سمندر، یہ صحرا، یہ جنگل یہ بیابان، یہ دریا یہ ریگستان، سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یہ انسان، جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اور جس کے رب العالمین نے درجات بلند فرمائے ہیں، تمام مخلوقات میں جسے برتری حاصل ہے اور اس دنیا میں بے شمار کام بلکہ کارنامے اس انسان کے ذریعے کام انجام دیئے جا رہے ہیں، یہ انسان بھی ایک روز اپنے رب کے حکم کے مطابق موت کی آغوش میں سر رکھ دے گا۔ انفرادی طور پر موت کے مظاہر ہم دیکھتے رہتے ہیں ایک دن وہ بھی آئے گا جب اس دنیا کی اجتماعی موت ہوگی اور یہ موت قیامت کے عنوان سے ہوگی۔ رب العالمین نے اپنے پاک کلام میں متعدد مقامات پر مختلف پیرائے میں موت کی حقیقت پر آگاہی بخشی ہے اور اس کے طاری ہونے کا اعلان فرمایا ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

''ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے''۔ (عنکبوت/ ۵۷)

مزید ارشاد ربانی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ

اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

''ہر جان کو موت کا چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی، تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہی ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے''۔(آل عمران/ ۱۸۵)

ہر انسان اس دنیا سے رخصت ہوگا اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا جو کچھ بھی اس نے اس دنیا میں کیا اور جو کچھ بھی اعمال اس کے ذریعہ سامنے آئے وہ قیامت کے روز اس کو بتلادیئے جائیں گے اور انھیں کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ رب دوجہاں نے دنیا کی زندگی کو دھوکے کا سودا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان اس دنیا کی چمک دمک اور زیب وزینت میں گم ہوجاتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ یہ زندگی ہمیشہ رہے گی، اسی طرح عیش ہوتا رہے گا، ایسے ہی آرام وراحت سے بسر ہوتی رہے گی، جو چاہے کیا جائے، جیسے چاہے کیا جائے۔ کسی قسم کا کوئی خوف نہیں اور نہ کسی کے سوال وجواب کا ڈر، اسی بنیاد پر خداوند عالم نے دنیا کو دھوکے کا سودا بتایا ہے۔ اس موت کے بارے میں قرآن کریم ایک دوسرے جگہ پر فرماتا ہے:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ

''تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت تم کو آدبائے گی، اگر چہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو''۔(نساء/ ۷۸)

آدمی کسی بھی ملک میں ہو، کسی بھی شہر میں ہو، کسی بھی بستی میں قیام پذیر ہو، ہوائی سفر کررہا ہو، یا سمندر کے سینے پر چل کر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہو، غرض پیدل ہو یا سواری میں، بیمار ہو یا صحت مند، موت سے کسی کو رستگاری نہیں ہے اسی کو شاعر نے کہا ۔

موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ، کل ہماری باری ہے

جس کا اعلان ہو گیا وہ رخصت ہوگا، جس کو پکار لیا گیا اسے لبیک کہنا ہے، یہ موت آہنی دروازے بھیڑ لینے اور مضبوط عمارتوں میں رہائش اختیار کرلینے سے بھی مجبور ہونے اور رکنے والی نہیں ہے، اس کے لمبے ہاتھ ہر رکاوٹ کو پار کرتے ہوئے حکم الٰہی کی تعمیل کریں گے۔ تمام مخلوقات شکست وریخت سے دوچار ہوں گی، صرف ایک ذات اللہ کی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، اسی کو باقی رہنا ہے، سب مٹیں گی، کوئی مخلوق باقی نہیں رہے گی، اسی صداقت کو رب ذوالجلال نے یوں بیان فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

''جتنے ذی روح روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہوجائیں گے اور صرف آپ کے پروردگار کی

ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی''۔(رحمٰن/۲۶)

تاکید فرمائی گئی کہ دنیا میں اس طرح رہنا چاہیے جیسے ایک مسافر رہتا ہے ایک جگہ پہنچا، چند دن ٹھہرا، پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا۔ کسی مسافر کا قیام اپنے گھر کے سوا زیادہ دن نہیں ہوتا؛ اسی طرح آدمی اس دنیا میں مسافر ہے اور اسے اپنے حقیقی مقام کی طرف چلے جانا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''آپ اس دنیا میں اس طرح رہئے گویا آپ اجنبی ہیں یا راہ چلتے مسافر''۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''انسان کی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے چراغ کی مانند ہے بوڑھا آدمی اگر چراغِ سحر ہے تو جوان آدمی چراغِ شام ہے جس طرح ہوا کے اندر رکھا ہوا چراغ ایک جھونکے کا محتاج ہوتا ہے ایسی ہی انسانی زندگی بھی ایک پل کی محتاج ہوتی ہے۔

زندگی کیا ہے، تھرکتا ہوا ننھا سا دیا ایک ہی جھونکا جسے آ کے بجھا دیتا ہے
یا سرِ مژگانِ غم کا تھرکتا ہوا آنسو پلک جھپکنا جسے مٹی میں ملا دیتا ہے

معلوم ہوا دنیا وطن اقامت ہے اور جنت اس کے لیے وطن اصلی ہے، وطن اقامت میں آدمی چند روز ٹھہرتا ہے اور چلا جاتا ہے، وطن اصلی سے نکلنے کا کوئی تصور نہیں ہے تو جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا، اب اس عالم کو مٹنا نہیں ہے، ختم ہونا نہیں ہے، جو دوزخ میں جانے والے ہیں ان کے لیے بھی اگر یہ فیصلہ ہو چکا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو وہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔ دنیا مومن کے لیے قید خانہ بتائی گئی اور کافر کے لیے جنت۔ حدیث پاک میں ہے: ''الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر'' بات بالکل واضح اور کھلی ہے، موت سے کسی کو مفر نہیں، غافل لوگ جو موت کی سچائی پر باوجود دیکھنے اور سمجھنے کے یقین نہیں کرتے وہ دنیا میں مست رہتے ہیں۔ ان کے یہاں اس دنیا کے بعد کوئی اور دنیا نہیں ہے، کوئی اور عالم نہیں ہے، حالاں کہ اس دنیا کے ویران و ختم ہونے کے بعد ایک دوسری دنیا میں ہم سب کو پہنچنا ہے۔ جن کا اس پر یقین ہے کہ یہ دنیا نیست و نابود ہو جائے گی وہ اپنے اللہ اور رسول کے احکامات اور فرمودات پر عمل کرتے ہیں اور جس طرح کی زندگی گزارنے کا انھیں حکم دیا اس طرح کی زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی نظر اس پر رہتی ہے کہ ایک دن انھیں اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اپنے کئے کا جواب دینا ہے، حساب و کتاب کے مرحلہ سے گزرنا ہے اور قادر مطلق کے انصاف اور عدل کا مشاہدہ کرنا ہے۔ وہ دنیا کو اس نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے اسے دنیا دار دیکھتا ہے۔

✶✶✶

ایک مجلس کی تین طلاقیں

مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

استاذ حدیث جامعہ ھذا

مسئلۂ طلاق ثلاث پر آج کل مسلم پرسنل لابورڈ کے بینر تلے مسلم کہی جانے والی ساری جماعتیں متحد ہیں؛ یہ ایک اچھی، خوش گوار اور ہمت افزا بات ہے۔تاہم بعض احباب کی طرف سے''ایک مجلس کی تین طلاق'' پر ایک تحریر گردش کر رہی ہے۔اس میں یہ کہا گیا ہے کہ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' عہد رسالت میں بھی ایک ہی مانی جاتی تھیں۔اس مضمون کے ذریعے اسی دعوے کا جائزہ لینا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ ذہن میں رکھیے کہ یہاں دو مسئلے ہیں:

۱۔ پہلا یہ کہ ایک مجلس یا ایک سانس میں تین طلاقیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو عرض ہے کہ ہم احناف کے یہاں اس طرح طلاق دینا جائز نہیں۔ امام مالک بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ البتہ امام شافعی اور امام احمد کے یہاں اس طرح طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اس حدیث کو بنیاد بناتے ہیں: **اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعاً فقام غضباناً ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظهر کم؟ حتی قام رجل و قال: یارسول اللہ الا اقتله؟**

یہ حدیث صحابیِ رسول حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے اور امام نسائی نے اس کی تخریج کی ہے۔ جرح و تعدیل کے مشہور امام، حافظ ابن الترکمانیؒ اس حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: **حدیث صحیح صریح۔**

اس حدیث کا لبِ لباب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ایک صاحب نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید ناراض ہوئے اور فرمایا: کیا میری زندگی میں ہی اللہ کی کتاب سے کھلواڑ کیا جائے گا؟ آپ کی ناراضگی دیکھ کر ایک صحابی نے درخواست کی کہ حضور! آپ اجازت دیں تو اس کی گردن اڑادوں؟

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک سانس میں دی جانے والی طلاقیں کتنی شمار ہوں گی؟ تین، یا

ایک؟ اس مضمون کے ذریعے دراصل اسی سوال کا جواب دینا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ کی تقلید میں بعض احباب یہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جاتی ہیں اور عہدِ رسالت میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ تین طلاقوں کو تین ماننے کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کیا تھا۔ تاکہ لوگ بگاڑ سے بچ جائیں۔ ان کے بقول: یہ خلیفۃ المسلمین کی طرف سے ایک تعزیری فرمان تھا، نہ کہ شرعی حکم۔ شرعی حکم تو یہی ہے کہ ایک ہی طلاق واقع ہو، نہ کہ تین۔ حضور علیہ السلام کے مبارک ترین دور میں ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی۔ تین نہیں۔ دبے لفظوں میں وہ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکومت چلانے کے لیے حکم شرعی کو بدل دیا تھا؛ لہٰذا تین طلاقوں کو تین ماننا ''بدعتِ عمری'' ہوئی۔ آیئے! پہلے ان کی دلیلوں پر نظر ڈالتے ہیں:

پہلی دلیل: ۱ -عن ابن عباس کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه و سلم و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔ (مسلم شریف)

یعنی حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، لیکن لوگ جلد بازی میں تین طلاقیں دینے لگے۔ اس لیے حضرت عمر نے تین طلاقوں کے نفاذ کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ دوسری دلیل ملاحظہ ہو:

دوسری دلیل: ۲ - طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی مطلب امرأته ثلاثاً فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فساله رسول الله صلی الله علیه و سلم کیف طلقتها ثلاثا قال: فقال فی مجلس واحد؟ قال نعم۔ قال فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے اور مفہوم یہ ہے کہ حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں شدید صدمہ ہوا، تو حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس طرح تم نے یہ تین طلاقیں دی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: ایک مجلس میں۔ آپ نے فرمایا کہ تب تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اگر تم چاہو تو اس سے رجعت کر سکتے ہو۔ چناں چہ حضرت رکانہ نے رجعت کر لی اور بیوی کو اپنا لیا۔

ان حضرات کے پاس اپنے دعوے پر یہی دو دلیلیں ہیں اور انہی کی روشنی میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ چوں کہ حضور علیہ السلام کے مبارک دور میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جاتی تھیں، لہٰذا ایک ہی پڑے گی۔ تین نہیں۔ لیکن یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ ان دونوں حدیثوں پر ان احباب کا اپنے موقف کی عمارت کھڑی کرنا دعوائے محض ہے۔ وہ کیسے؟۔ تو آیئے! پہلی حدیث کو لیتے ہیں۔

دلیل اوّل کا جواب: اس حدیث کا حال یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ مرفوع نہیں۔ دوسری بات یہ کہ راویٔ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل خود اس کے خلاف ہے۔ وہ اس حدیث کے خلاف ہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ابوداؤد شریف میں ہے:

عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثاً قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس! وان الله قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا وانك لم تتق الله فلا اجد لك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك.

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں تھا کہ ایک صاحب آے اور کہنے لگے: میں نے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابن عباسؓ خاموش رہے۔ مجھے ایسا لگا کہ شاید حضرت اس کی بیوی سے رجعت کا فیصلہ سنائیں گے۔ پھر ابن عباس غصے میں فرمانے لگے! لوگ بڑے عجیب ہیں۔ حماقت کر جاتے ہیں اور پھر دہائی دیتے ہیں: اے ابن عباس! اے ابن عباس! رحم کیجیے! میں کیا کروں؟ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو متقی ہوتا ہے، اسی کے لیے راہیں بنتی ہیں۔ تو نے خلافِ تقویٰ کام کیا ہے، لہٰذا تیرے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ جاؤ تیری بیوی تجھ سے علحدہ ہوگئی۔ تیرا نکاح ختم ہو چکا ہے۔

غور کیجیے! کیا راوی اپنی مروی کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے؟ جی نہیں! تو پھر ابن عباس نے کیوں فیصلہ دیا؟۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ ابن عباس کی حدیث کا وہ مطلب ہے ہی نہیں، جو ان صاحبان نے لیا ہے، بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ اور وہ یہ کہ اس حدیث کا تعلق عام عورتوں سے نہیں، بلکہ غیر مدخول بہا'' سے ہے۔ ابوداؤد شریف میں اس کی صراحت موجود ہے۔ زمانۂ نبوی میں کسی شخص کی شادی ہوتی۔ ابھی اس نے اپنی بیوی سے جسمانی تعلق قائم نہیں کیا (صحبت نہیں کی) اور وہ اسے رکھنا نہیں چاہتا تو اس طرح طلاق دیتا: انت طالق انت طالق انت طالق۔ چوں کہ یہ عورت غیر مدخول بہا ہے اور غیر مدخول بہا پہلے ''انت طالق'' سے ہی بائنہ ہو کر نکاح سے نکل جاتی ہے، عدت بھی اس پر واجب نہیں ہوتی۔ اس لیے بقیہ دو ''انت طالق'' لغو ہو گیا۔ اسی کو بعض صحابہؓ نے یوں تعبیر کر دیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ لیکن حضرت عمر کے دورِ خلافت میں لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا طریقہ بدل دیا اور وہ اس طرح طلاق دینے لگے انت طالق ثلاثاً۔ حضرت عمر نے اس طرح طلاق دینے کو تین طلاقیں مان لیں۔ ایسی صورت میں یہ عورت مغلظہ ہو جاے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ حضرت عمر کا بیان

کردہ یہ مسئلہ غلط نہیں تھا۔ بالکل صحیح تھا۔ اسی لیے صحابہ میں سے کوئی بھی ان کے خلاف کھڑا نہیں ہوا۔ اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو ذی علم صحابہ ضرور نوٹس لیتے آج بھی حکم یہی ہے، جیسا کہ ان کا مزاج رہا ہے۔ (نوٹ! اس حدیث کے اور بھی جوابات دیے گئے ہیں۔ انہیں میں نے طوالت کی بنا پر چھوڑ دیا ہے)۔

دلیل دوم کا جواب: یہ احباب حدیث رکانہ کو پیش کرتے ہیں اور خم ٹھونک کر۔ ذرا اس حدیث کا حال بھی سن لیجیے! اپنے موقف کی تائید میں عرض ہے کہ اگر چہ اس حدیث میں طلاق کا تعلق مدخول بہا سے ہے (وہ عورت جس سے صحبت ہو چکی ہو)، مگر اس حدیث میں کئی گڑبڑ ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث قابل اعتماد نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر (ص۔ ۳۱۹) میں لکھا ہے: هو معلول ایضاً۔ یعنی اس میں پوشیدہ خرابی ہے۔ علامہ ذہبی نے اس حدیث کو ''داؤد بن الحصین'' کے ''مناکیر'' یعنی انتہائی ضعیف روایات میں شمار کیا ہے۔ امام نووی شارح مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے راوی مجہول الحال ہیں (دیکھیے نووی شرح مسلم۔ ج/ ا ص/ 478) دوسرے یہ کہ روایات مختلف ہیں۔ تیسرے یہ کہ طلاق دینے والے صحابی کے نام میں اضطراب (شک) ہے: کہیں آتا ہے: طلق امر أته ثلاثاً اور کہیں طلق امر أته البتة پہلی روایت مسند احمد میں ہے اور دوسری ابوداؤد میں۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں دونوں حدیثوں کو نقل فرما کر ''البتة'' والی روایت کو دو وجوہات سے ترجیح دی ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ روایت حضرت رکانہ کے اہل خاندان سے مروی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت اضطراب سے خالی ہے۔ کیوں کہ اس روایت میں صاف طور پر حضرت رکانہ کا ہی نام لیا گیا ہے۔ جب کہ ''طلق امر أته ثلاثاً'' میں اضطراب ہے۔ مسند احمد میں طلاق دینے والے صحابی کا نام رکانہ بتایا گیا ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ابورکانہ۔ تو کیوں نہ وہ حدیث لی جائے جو صاف ستھری، اضطراب سے خالی اور اہلِ خاندان سے مروی ہے۔ امام ترمذی نے اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے: عن عبدالله بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده قال: اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله انی طلقت امر أتی البتة فقال ما اردت بها؟ قلت واحدة قال والله؟ قلت والله قال فهو ما اردت - حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ''طلاق البتة'' دی ہے۔ حضور نے پوچھا۔ تمہاری کیا نیت تھی؟ میں نے کہا: ایک طلاق دینے کی نیت کی تھی- آپ نے پوچھا: واللہ سچ کہہ رہے ہو؟ تو میں نے کہا واللہ سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہاری نیت کا اعتبار ہے۔ یعنی ایک طلاق بائن واقع ہوئی۔

تمام محدثین نے ترمذی کی اس روایت کو اصل قرار دیا ہے اور ابن عباس کی روایت کو روایت بالمعنیٰ۔ اس تنقیح سے کھل کر یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ حضرت رکانہ نے ''طلاق ثلاثہ'' نہیں۔ بلکہ طلاق البتة دی تھی۔

اور طلاق البتۃ دینے سے نیت نہ ہونے کے وقت یا ایک کی نیت کے وقت ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔اس لیے حضور علیہ السلام نے ایک طلاق بائن کا فیصلہ سنایا اور مسئلہ بھی یہی ہے۔ہاں اگر کوئی شخص انت طالق البتۃ" بول کر تین طلاقوں کی نیت کرلے تو تین ہی پڑے گی۔چوں کہ البتۃ نیت کی صورت میں تین طلاقوں کو بھی شامل ہے؛اس لیے حضرت ابن عباس نے اسے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے طلق ثلاثاً سے تعبیر کردیا۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں" کے ایک ہونے پر ان حضرات کے پاس بس یہی دو دلیلیں تھیں۔جن کا حال آپ پڑھ چکے۔جب کہ اہلِ سنت والجماعت کا موقف فیصلۂ رسول سے بھی ثابت ہے۔اجماعِ صحابہ سے بھی اور قیاسِ صحیح سے بھی۔الحمدللہ اہل سنت کے دلائل میں کوئی جھول بھی نہیں ہے۔اب ان دلائل کو ملاحظہ فرمائیں جو اہل سنت والجماعت کی بنیاد ہیں۔ذہن نشین رہے کہ"ایک مجلس کی تین طلاقوں" کے تین ماننے پر چاروں امام (ابوحنیفہ،شافعی،مالک،احمد) متفق ہیں۔کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔تمام صحابہ کی نظر میں بھی تین ہی پڑتی ہیں نہ کہ ایک۔

اب دلائل دیکھیے:

دلیل اوّل: ۱۔نسائی شریف (جلد دوم،ص،۱۰۰) میں امام شعبی کی روایت ہے کہ صحابیہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں بھیج دی ہیں۔میرا مطالبہ ہے کہ وہ مجھے نان ونفقہ اور مکان دیں۔آپ نے فرمایا کہ نان ونفقہ اور مکان اس عورت کو ملتا ہے،جسے طلاق رجعی پڑے۔اس سے صاف واضح ہے کہ حضور علیہ السلام نے تین طلاقوں کی صورت میں شوہر کو رجعت کا حق نہیں دیا۔

دلیل دوم: ۲-عن عائشة ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیه وسلم اتحل للاول؟ قال لا۔حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول رواه البخاری (ج۔۲ ص۔۷۹۱)

یعنی ایک شخص نے اپنی بیگم کو تین طلاقیں دے دیں۔عورت نے کہیں شادی کرلی اور صحبت سے قبل ہی طلاق پا گئی۔آپ سے پوچھا گیا کہ یہ عورت اپنے شوہر سابق کے لیے حلال ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔جب تک کہ شوہر ثانی صحبت نہ کرلے۔

دلیلِ سوم: ۳-حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنی اہلیہ کو حالت حیض میں طلاق دی اور حضور علیہ السلام سے پوچھا:

یارسول اللہ لو طلقتها ثلاثاً کان لی ان اراجعها قال: اذاً بانت منک وکانت معصیة۔

یعنی اگر میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دوں تو حقِ رجعت باقی رہے گا؟ فرمایا: نہیں۔ عورت کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور حالت حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ یہ حدیث امام طبرانی نے نقل کی ہے (مجمع الزوائد۔ ج 4، ص۔ ۳۳۶)

دلیلِ چہارم: ۴- معجم طبرانی میں حضرت عبادہ ابن صامت کی روایت آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کسی باپ دادا نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ ان کے بیٹے حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور صورت حال بتا کر پوچھا کہ اب کوئی راستہ بچا ہے؟ آپ نے فرمایا: **ان ابا کم لم یتق اللہ تعالیٰ فیجعل له من امره مخرجاً بانت منه بثلاث علی غیر السنة و تسع مائة و سبع و تسعون اثم فی عنقه**۔ تمہارے ابا نے تقویٰ کی راہ اختیار نہیں کی۔ اس لیے اب کوئی صورت نہیں رہی۔ عورت تین طلاقوں سے ہی رشتے سے الگ ہوگئی اور بقیہ نوسوستانوے طلاقوں کا گناہ طلاق دینے والے کی گردن پر ہوگا۔

دلیلِ پنجم: ۵- حضرت سوید ابن غفلة کہتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی شہید ہو گئے تو انہوں نے اپنے شوہر سے کہا: خلافت مبارک ہو!! حضرت حسن نے کہا: کیا تم میرے والد کی شہادت پر خوشی منا رہی ہو؟ جاؤ۔ تجھے تین طلاق۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت ان سے علحدہ ہوگئی۔ عدت گزر گئی تو حضرت حسن نے بقیہ مہر اور دس ہزار درہم بطور صدقہ بھجوایا۔ جب قاصد اس کے پاس آیا تو عورت نے کہا: **متاع قلیل من حبیب مفارق**۔ جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے دیا جانے والا تحفہ بے حد کم ہے۔ یعنی دوبارہ شادی کر لیں۔ یہ بات جب حضرت حسن تک پہونچی تو رونے لگے اور فرمایا: **لو لا انی سمعت جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثاً عند الاقراء او ثلاثاً مبهمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره لراجعتها**۔ رواہ البیہقی (سنن الکبریٰ۔ ج 7۔ ص۔ 336) اگر میں اپنے نانا کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا تو اس سے رجوع کر لیتا۔ نانا جان نے فرمایا تھا: جو شخص اپنی بیوی کو حیض کے وقت تین طلاقیں دے تو یہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی۔ جب تک کہ وہ دوسری جگہ شادی نہ کر لے۔

میں نے اہل سنت کی صرف پانچ دلیلیں بیان کی ہیں؛ ورنہ تو ہمارے پاس اپنے موقف پر دس سے زیادہ دلائل ہیں۔ ان دلائل سے آپ ضرور اس نتیجے پر پہونچے ہوں گے کہ تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا فیصلہ خود حضور علیہ السلام نے دیا ہے، جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تین کو تین کہنے کا سلسلہ فاروقی دور سے شروع ہوا، غلطی پر ہیں۔

✶✶✶

فقہ وفتاویٰ

آیاتِ سجدہ سے متعلق مسائل

مفتی نثار خالد دیناجپوری قاسمی

استاذ حدیث وافتاء جامعہ ھذا

سوال: اگر کسی نے نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں آیت سجدہ کی تلاوت کرڈالی تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: نماز میں تلاوتِ قرآن کا محل قیام ہے، اس لئے حالتِ قیام میں اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا اور اس کے علاوہ کسی بھی موقع پر نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے تو سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ فِيْ الصَّلَاةِ ای حالة القيام لِأَنَّهُ لو تلاها في ركوع أو سجود أو تشهد أو قومة لا يلزمه سجود لأنّه محجور عن القرأة في هذه الأماكن وتصرف المحجور لا حكم له الخ، حاشية الطحطاوی علی المراقی، ص ۴۸۰

سوال: زید کے ذمہ سجدہ تلاوت کرنا ہے، اس نے ظہر کی نماز پڑھی اور اس کے جی میں آیا کہ چلو لگے ہاتھ سجدۂ تلاوت بھی کرلیں، بس نماز سے فارغ ہوکر اسی جگہ اس نے سجدۂ تلاوت کرلیا، سوال یہ ہے کہ اس کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟ نیز اس سے اس کا سجدہ ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب: سجدۂ تلاوت جس کا ادا کرنا پہلے ہی سے ذمہ میں واجب ہے، اس کو فرض نمازوں کے بعد ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ شامی کی اس عبارت سے سمجھ میں آتا ہے: وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها الى اعتقاد الجهلة سنتيها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة، رد المختار، ج، ۱ ص، ۱۳۷ ونحوه في حاشية الطحطاوی علی المراقی ص ۱۸۶ وفيها ايضا وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهلة يعتقدون انها سنة أو واجبة وكل مباح يودی اليه فمكروه، ص ۵۰۰۔

البتہ اگر کسی نے ایسا کرہی لیا تو اس کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا؛ کیوں کہ مکروہ تحریمی ہونے کا حکم صرف اس لئے ہے کہ نادان قسم کے لوگ اس طرح سجدہ کرتے ہوئے یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ سجدہ تلاوت ادا

کرنا نماز کے بعد سنت ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات علماء نے لکھا ہے کہ اگر تنہائی میں اس طرح کیا جائے اور اس کو سنت نہ سمجھا جائے یا پھر عادت نہ بنائی جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے، (دیکھئے احسن الفتاوی، ج، ۳ص ۲۶)

سوال: اگر کوئی شخص راستہ میں چلا جارہا ہو اور امام کو نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کرتے ہوئے سن لیا تو کیا اس کے ذمہ میں سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہوگا؟

جواب: سجدۂ تلاوت کرنا جو ضروری ہوتا ہے اس کا ایک سبب سننا بھی ہے، ظاہر ہے کہ یہاں سننا متحقق ہے لہٰذا سجدہ کرنا ضروری ہوگا، چنانچہ مراقی الفلاح مع الحاشیہ ص ۴۹۲ میں ہے:

(ولو سمع) آية السجدة (من امام فلم ياتم به) اصلاً -الى (سجد) السامع سجوداً (خارج الصلاة) لتحقق السبب وهو التلاوة الملزمة أو السماع من تلاوة صحيحة على اختلاف المشائخ في السبب الخ.

سوال: ایک قاری صاحب ہیں جو کبھی کبھی درسگاہ میں گھومتے رہتے ہیں، اور طلبہ کا سنتے رہتے ہیں، اتفاق ہے کہ ایک طالب علم اپنا سبق یاد کررہا تھا اور ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھ رہا تھا اور استاذ صاحب سن رہے تھے، اب ایسی صورت میں استاذ صاحب کے ذمہ کتنی دفعہ سجدہ کرنا ضروری ہوگا؟

جواب: صورت مذکورہ میں استاذ صاحب کے ذمہ صرف ایک ہی سجدہ کرنا ضروری ہوگا، اسلئے کہ درسگاہ چھوٹے گھر کے حکم میں ہے اور چھوٹے گھروں میں ادھر سے ادھر چلنے سے مجلس کا بدلنا نہیں کہا جاتا ہے، چنانچہ مراقی الفلاح میں صف ۴۹۵، میں ہے **(ولا يتبدل) مجلس السماع والتلاوة (بزوايا البيت) الصغير الخ۔ وفي البدائع: وعن محمد -الى- فان كان قريباً منه لم يلزمه اخرى ويصير كانه تلاها في مكانه لحديث ابي موسى الاشعري** رضی اللہ عنہ **أنه كان يعلم الناس بالبصرة وكان يزحف الى هذا تارة والى هذا تارة اخرى فيعلمهم آية السجدة ولا يسجد الا مرة واحدة الخ، ج ۱، ص ۵۶۱۔**

سوال: ایک طالب علم نے ایک آیت سجدہ کی تلاوت کی پھر اس کو حدث لاحق ہوا اور وہ وضو کرکے آیا پھر اسی آیت سجدہ کو دوبارہ پڑھا تو اس کے ذمے کتنے سجدے ہوں گے؟

جواب: مذکورہ صورت میں اس طالب علم کے ذمے دو سجدہ کرنا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ حدث لاحق ہونے کے بعد وضو کرنے کے لئے جانا، پھر اپنی جگہ واپس آنا ظاہر ہے کہ یہ عمل کثیر ہے، جس سے مجلس بدل جاتی ہے۔ **اشاره به الى أن الاختلاف كما يكون -الى- فان ذالك يقطع حكم المجلس، وكذا**

کل عمل کثیر حا شیۃ الطحطاوی ص ۴۹۶، وفي السراجیۃ، ص ۹۲، العمل الکثیر یقطع حکم المجلس.

سوال: اگر کسی کے ذمے سجدہ تلاوت کرنا ہے اور نماز عصر پڑھنے کے بعد اس سجدہ کو ادا کرتا ہے تو اس کا یہ سجدہ ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں اس کا سجدہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، لہٰذا اس کو بعد میں کسی وقت غیر مکروہ میں پھر سے ادا کرنا ضروری ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ جس سجدہ کا ادا کرنا ضروری ہے وہ بطریق کمال ذمہ میں واجب ہوا ہے، لہٰذا اوقاتِ مکروہہ میں اس کو ادا نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ وقت مکروہ میں ادا کرنا ناقص طور پر ادا کرنا کہلاتا ہے۔ وحکم ھذا النوع أن یحکم بالخروج عن العھدۃ بہ اصول الشاشی، ص ۴۱ وفي البدائع ج ۱، ص ۵۷۳ وکذا الوقت حتی لو تلاھا أو سمعھا فی وقت غیر مکروہ فاداھا في وقت مکروہ لاتجزئہ لانھا وجبت کاملۃ فلا تتادی بالناقص کالصلاۃ الخ.

سوال: بعد نماز عصر کوئی شخص تلاوت کررہا تھا، دورانِ تلاوت آیت سجدہ کی، تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا اب دوسرے دن بعد نماز فجر یا بعد نماز عصر وہ سجدہ تلاوت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ بالا صورت میں وہ آئندہ کل بعد نماز فجر یا بعد نماز عصر سجدہ تلاوت کرسکتا ہے، کیوں کہ گذشتہ کل بعد نماز عصر ہی تلاوت کرنے کی بناء پر اس کے ذمہ سجدہ کرنا واجب ہوا تھا جو ناقص تھا پس آج (آئندہ کل) ناقص طور پر ہی ادا کررہا ہے تو جیسا واجب ہوا تھا ویسے ہی ادا کرنا ہوا، اس لئے درست ہے۔

وصار کما لو افتتح الصلاۃ في وقت مکروہ فاسد ثم قضاھا في وقت آخر مکروہ اجزأہ لانہ اداھا علی الوصف الذی وجبت بدائع: ج، ۱، ص ۵۷۳.

سوال: کوئی نابالغ بچہ قرآن کی تلاوت کے دوران آیتِ سجدہ پڑھے اور کوئی بڑا آدمی اس سے سن لے تو اس بڑے آدمی پر سجدہ کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر نابالغ بچہ سن تمیز کو پہنچ گیا ہے تو پھر اس کی تلاوت سننے والے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے؛ ورنہ نہیں، وتجب بالسماع منھما ومن الجنب وبسماعھا من کافر وصبی ممیز مراقی، ص ۴۸۴ وفي الطحطاوي علی المراقی، یفید التفصیل في الصبی ان کالہ تمیز وجب بالسماع منہ والا فلا الخ وھکذافی السراجیۃ، ص ۹۲

سوال: ایک شخص نے آیت سجدہ کی تلاوت کی؛ جس کو دوسرے نے سنا مگر اس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ

مجھے اس صورت میں سجدہ تلاوت کرنا ہے یا اس کو معلوم نہیں ہو پایا کہ تلاوت کرنے والے نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے تو پھر اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: سوال میں دو مسئلے دریافت طلب ہیں (۱) پہلا مسئلہ یہ کہ سننے والے کو یہ پتہ نہیں ہے کہ مجھے سجدہ تلاوت کرنا ہے یعنی یہ اس کو معلوم ہے کہ تلاوت کرنے والے نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے یہ اس کو معلوم ہے مگر یہ کہ سننے کی بناء پر مجھ سننے والے پر سجدہ تلاوت کرنا ہوگا یہ معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ اس پر سجدہ کرنا ضروری ہوگا کیوں کہ وجوبِ سجدہ کا سبب (سننا) اس کے حق میں متحقق ہو چکا ہے، رہا مسئلہ کا معلوم نہ ہونا تو یہ عذر شرعاً معتبر نہیں ہے۔ **و ليعلم أن الجهل فی ضروريات الدين ليس بمعتبر الخ العرف الشذيء على الترمذی ج ۱، ص ۳۷ و فی المراقی ص ۴۸۳) (ويجب السجود على من سمع) التلاوة العربية (وان لم يقصد السماع) فهم او لم يفهم مروی عن اكابر الصحابة الخ.**

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ تلاوت کرنے والے نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے، تو پھر اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہے تو سجدہ کرنا اس پر واجب ہوگا؛ ورنہ پھر وہ معذور قرار دیا جائے گا۔ **لان التكليف بما لا علم له به محال حتى لو مات قبل الدواء و العلم بالوجوب لا اثم عليه، و لا تجب عليه الا وقت العلم، طحطاوی على المراقی، ص ۴۸۴ و فی النهر ج، ۱ ص ۳۳۹۔ كمن يعذر فی التاخير مالم يعلم بها لخ و مثله فی خير الفتاوىٰ ج ۲، ص ۶۵۴**

سوال: سجدہ تلاوت جماعت کی شکل میں اگر ادا کیا جائے جس کی شکل یہ ہو کہ ایک آدمی آیت سجدہ تلاوت کرتا ہے اور چند لوگ اس کے ارد گرد سنتے ہیں پھر ان میں سے؛ ایک شخص آگے ہوتا ہے اور باقی پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر سبھی مل کر سجدہ کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جی ہاں! اس طرح جماعت کی شکل میں سجدہ تلاوت ادا کرنا درست ہے چنانچہ بدائع ج،۱ ص ۵۸۸ میں ہے: **ولو تلاها الإمام على المنبر يوم الجمعة سجدها و سجد معه من سمعها مما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنه تلا سجدة على المنبر فنزل و سجد و سجد الناس معه الخ۔ و روی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: كنا نجلس عند النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فيقرأ القرآن فربما مر بسجدة فيسجد و نسجد معه (المستدرک، ۲۲۲ عن الفقه الحنفی و ادلته الجزء الاول ص ۲۴۴)**

جامعہ کی سرگرمیاں

مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی
استاذ حدیث جامعہ ہذا

سہ ماہی امتحان کا کامیاب انعقاد

تعلیمی معیار کی پوری بہتری اور نکھار کے لئے جامعہ سال میں تین امتحان منعقد کرتا ہے، اسی سلسلے کی پہلی کڑی ''سہ ماہی امتحان'' کا انعقاد اعلان کردہ تاریخوں (۲ر تا ۴ر صفر المظفر مطابق یکم تا ۳ر نومبر) میں ہوا۔ کڑی نگرانی اور سخت پابندی کے درمیان ہوئے اس امتحان کے نتائج اب ظاہر ہوچکے ہیں۔ نتائج بحیثیت مجموعی اطمینان بخش ہیں۔ حضرات ممتحنین نے انتہائی باریک بینی سے طلبہ کی تیاریوں کا جائزہ لیا اور خوبیوں وخامیوں پر اپنے تاثرات کا کھل کر اظہار کیا، عیاں رہے کہ درجہ حفظ اور عربی اول تا درجہ عربی سوم کی اکثر کتابوں کے امتحانات تقریری ہوتے ہیں، جب کہ چہارم تا دورہ حدیث کے امتحانات تحریری۔

ناکام اور مخدوش صلاحیتوں کے حامل طلبہ کی نشاندہی کے بعد حضرات اساتذہ کو ان کی فہرست سونپ دی گئی ہے تاکہ وہ ان کی خامیاں دور کرنے پر اپنی توجہ مبذول کرسکیں۔

تعلیمی سرگرمیاں پھر بحال

امتحان کی بنا پر موقوف تعلیمی سرگرمیاں ۵ر نومبر ۲۰۱۶ء بروز سنیچر سے بحال ہوگئیں، درس گاہوں میں طلبہ کی پابندی واستفادہ اور حضرات اساتذہ کا افادہ دوبارہ شروع ہوگیا۔ انجمن کواکب انور بھی حسبِ سابق شروع ہوگئی، طلبہ تعلیمی مشاغل کے ساتھ خارجی علمی مصروفیات بھی سرانجام دے رہے ہیں، دیواری پرچوں میں مضامین لکھ کر اپنی قلمی صلاحیتیں نکھار رہے ہیں۔ تقریری نشستوں میں حصہ لے کر مافی الضمیر کے اظہار کی بھرپور مشقیں کررہے ہیں۔

مولانا محمد شکیب قاسمی کے اعزاز میں تہنیتی اجلاس

گزشتہ دنوں ملیشیا انٹرنیشنل یونیورسٹی کی جانب سے خانوادہ قاسمی کے چشم وچراغ مولانا محمد شکیب

قاسمی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملنے پر دسویں نومبر کی شب، جامعہ ہذا میں ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔جس میں دارالعلوم، وقف دارالعلوم اور علاقہ کے نامور علمانے شرکت کی۔اس موقع پر رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہٗ نے ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے علمائے دیوبند کی تابندہ خدمات پر مفصل روشنی ڈالی اور تلامذہ کی اصلاح وخیر خواہی کے لئے اساتذہ کی مخلصانہ جدوجہد کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت نئی نسل تو اپنے اکابر کے حالات سے ہی ناآشنا ہے، حالانکہ وہ ہمارے محسن تھے آپ نے مزید فرمایا میں نے کئی ایسے اکابر دیکھے ہیں جن کی تقریروں، تحریروں اور نجی مجلسوں میں ''تذکار اکابر'' کا عنصر بہرحال شامل ہوتا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ اور فخر المحدثین مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ اس باب میں نمایاں تھے۔آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارے یہاں حوصلہ افزائی کا عنصر تشویش ناک حد تک کم ہے۔یہ عظیم اجلاس نوجوان فاضل کے تازہ علمی کارنامہ کی ستائش کے لئے منعقد ہوا ہے، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی محدثانہ شان مسلم ہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی جلالت علمی اور ہمہ گیر خدمات کے باوجود کہا کرتے تھے کہ الامام کشمیری کی جلالت علمی کا بوجھ میں اپنے سینے پر محسوس کرتا ہوں، ایسے علمی شخصیت کی حدیثی خدمات پر مولانا محمد شکیب قاسمی کا قلم اٹھانا واقعی بڑی جرأت اور حوصلے کی بات ہے، پھر اس پر ملیشیاء کی یونیورسٹی کا ڈاکٹریٹ کی ڈگری دینا موصوف کے علمی انہماک کی واضح دلیل ہے۔ماہنامہ ترجمان دیوبند کے مدیر اعلیٰ مولانا ندیم الواجدی نے اپنے خطاب میں کہا کہ مولانا شکیب قاسمی کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملنا واقعی بڑی بات ہے۔

نوجوان فاضل نے جامعہ ازہر مصر، پھر ملیشیا کی انٹرنیشنل یونیورسٹی سے کسب فیض کر کے یہ بتا دیا کہ ہمت بلند ہو تو انسان کسی بھی سخت مرحلہ کو بہ آسانی حاصل کرسکتا ہے، آج کل کے طلبہ میں ہمت کا فقدان دکھائی دیتا ہے جو بے حد افسوسناک ہے، طلبہ کو مولانا شکیب قاسمی کے تازہ کارنامہ سے سبق لینا چاہئے۔دارالعلوم دیوبند کے استاد حدیث محترم جناب مولانا مفتی عبداللہ معروفی صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ کشمیری کی علمی شان تو مسلم ہے ہی، ان کا امتیازی وصف درایت حدیث اور روایت حدیث ہے۔علامہ کو روایت اور درایت دونوں پر کامل مہارت حاصل تھی اور اسی ملکہ کا اثر تھا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی پر ان کے بھرپور تعقبات سامنے آئے۔مولانا نے یہ بھی کہا کہ علامہ کے قلم سے ترمذی کی عربی شرح ''العرف الذکی'' میری ترتیب کے ساتھ چھپ کر آئی تو عرب کے مشہور محدث اور حنفی عالم شیخ عوامہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ہندوستان میں علامہ کشمیری کے آس پاس کسی کو نہیں دیکھتا، کس شان کا علم اللہ نے ان کو دیا تھا۔مولانا نے اس دوران ملیشیا یونیورسٹی کے پروفیسر مولانا ابواللیث خیرآبادی کو بھی یاد کیا جن کی کتابیں

علم وتحقیق کا نمونہ ہیں، انہی کی نگرانی میں مولانا محمد شکیب قاسمی نے اتنے اہم اور مشکل موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ مشہور قلم کار مولانا نسیم اختر شاہ قیصر نے اپنے مفصل خطاب میں کہا کہ امام العصر علامہ کشمیری کی محدثانہ شان عرب وعجم میں مسلم ہے، ان کی کتاب فیض الباری شرح بخاری، ان کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عزیزم مولانا شکیب قاسمی نے فیض الباری کی روشنی میں علم حدیث میں علامہ کشمیری کی حاکمانہ گرفت پر شاندار مقالہ لکھ کر علمی دنیا کو قیمتی تحفہ پیش کیا، علمی دنیا کے ساتھ ساتھ خانوادہ انوری پر بھی بڑا احسان ہے جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دارالعلوم وقف کے استاذ حدیث وفقہ مولانا مفتی احسان صاحب قاسمی نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خانوادۂ نانوتوی کی علمی سرگرمیاں ہمیشہ جوان رہیں، ان کی تازہ کڑی نوجوان عالم مولانا محمد شکیب قاسمی کی قلمی کاوش ہے، موصوف کا یہ کارنامہ ہمارے لئے قابل فخر ہے۔ جامعہ امام محمد انور شاہ کے صدر المدرسین مولانا عبدالرشید بستوی نے کہا کہ مولانا شکیب کا یہ کارنامہ نوجوان فضلا کے لئے مشعل راہ ہے، مولانا کی اس کاوش سے طلبہ کو سبق لینا چاہئے، موصوف نے اس دوران سپاسنامہ پڑھ کر سنایا۔ صاحب اعزاز ڈاکٹر مولانا محمد شکیب قاسمی نے تفصیلی خطاب کرتے ہوئے اپنے مقالہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میں نے جامعہ ازہر میں دوران تعلیم یہ محسوس کیا کہ علماء دیوبند کا جیسا تعارف ہونا چاہئے تھا اب تک نہیں ہوسکا ہے، اسی دن سے میں نے تہیہ کرلیا کہ عالم عرب میں علماء دیوبند کو اچھی طرح روشناس کرانا ہے، یہ مقالہ اسی سلسلہ کی دوسری کڑی ہے، اس سے قبل مفتی شفیع دیوبندی کی فقہی بصیرت پر بھی میرا مبسوط مقالہ آچکا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ یہ میرا مقالہ ۴۴۴ رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں علامہ کشمیری کی علم حدیث میں مہارت پر مختلف زاویوں پر بحث کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے اعزاز پر منعقدہ استقبالیہ پروگرام کے لیے جامعہ کا شکریہ بھی ادا کیا۔ دارالعلوم وقف کے مہتمم حضرت مولانا سفیان قاسمی نے آخر میں اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ مولانا شکیب کا یہ مقالہ ان کے روشن مستقبل کی نوید ہے۔ علامہ کشمیری کے حدیثی کارنامہ پر ایسی نظر اپنے آپ میں بہت بڑی بات ہے۔ مولانا شکیب قاسمی کو دارالعلوم کے سابق شیخ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی، رئیس الجامعہ حضرت مولانا احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ، مولانا نجم الحسن تھانوی، مولانا ندیم الواجدی کے ہاتھوں مولانا شکیب کو شال اڑھا کر ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ جلسہ کا آغاز مولوی ظہیر عباس کی تلاوت کلام پاک اور محمد ثالث کی نعت پاک سے ہوا، جب کہ ترانہ جامعہ محمد مجیب اور محمد ضمیر الدین نے پیش کیا۔ پروگرام کا اختتام حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی کی دعا پر ہوا، جلسہ کی صدارت حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب نے کی اور نظامت احقر فضیل احمد ناصری نے انجام دی۔

طلبہ کی تربیتی نشست سے اساتذہ کرام کا خطاب

تعلیم کے ساتھ تربیت ''مدارس اسلامیہ'' کا نصب العین ہے، کیوں کہ نری تعلیم بسا اوقات اپنی ''افادیت'' ظاہر نہیں کرتی۔ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہوتو علم نکھرتا اور سنورتا ہے۔ جامعہ میں ان دونوں پہلوؤں پر ہمیشہ توجہ دی جاتی رہی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ''ماہانہ نشستیں'' ہیں۔ گذشتہ ماہ بھی اسی طرح کی ایک نشست ہوئی، جس میں حضرات اساتذۂ کرام نے اپنے بیانات سے مستفید کیا، استاذ حدیث محترم مولانا عبدالرشید بستوی زید مجدہم نے کہا کہ علم اللہ کی صفت ہے، اس لئے اس کی شان بڑی ارفع ہے۔ اسی رفعت شان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین اوتو العلم درجات** یعنی اہل علم کے مقامات اللہ تعالیٰ کے یہاں عام مسلمانوں کے مقابلے میں کافی بلند ہیں۔ لہٰذا طلبہ کو چاہئے کہ مدارس میں اپنے قیام کو غنیمت باور کرتے ہوئے علم دین سے زیادہ سے زیادہ آراستہ ہوں۔ محترم مولانا ابوطلحہ اعظمی زید مجدہم استاذ حدیث جامعہ نے کہا کہ آپ طلبہ ہیں۔ اس حقیقت سے ہر کوئی واقف ہے کہ بے طلب کو حقیر شے بھی ہاتھ نہیں لگتی، پھر علم دین کی تو شان ہی جدا ہے۔ مولانا اعظمی نے مزید کہا کہ آج کل آلات لہوولعب کی کثرت نے طلبہ کی تعلیمی مصروفیات پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ آپ ان سے بالکلیہ گریز کریں۔ جامعہ میں انڈرائڈ اور ملٹی میڈیا موبائل پر پابندی ہے۔ آپ اس پابندی جلوت کی طرح خلوت میں بھی احترام کریں۔ محترم مولانا شیث احمد مظاہری دام مجدہم کی پرسوز دعا پر نشست اختتام پذیر ہوئی۔

اساتذہ کرام کے وفد کی حضرت رئیس الجامعہ مدظلہٗ سے ملاقات

بڑھتی ہوئی گرانی کے پیش نظر جامعہ نے اساتذہ وملازمین کے مشاہروں میں معقول اضافہ کیا، جس سے مدرسین وکارکنان کی پیشانیوں پر مسرت کی لکیریں کھنچ گئیں۔ انہوں نے اس نعمت غیر مترقبہ پر اللہ کا شکر ادا کیا اور حدیث رسول: **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** پر عمل درآمد کرتے ہوئے حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کا شکریہ ادا کیا۔ حضرات اساتذہ بصورت وفد ''آستانۂ شاہی'' پر تشریف لے گئے اور ملاقات کرا ظہار تشکر کیا۔ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جامعہ کا اصل تعارف تو آپ حضرات ہی ہیں۔ اس کی ساری نیک نامیوں کا سہرا آپ ہی کے سر بندھتا ہے۔ میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں جنہوں نے از ابتدا تا ایں دم جامعہ کے لیے اپنی قربانیاں پیش کیں۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ آپ کے مشاہروں میں اضافہ حقیر سی کوشش ہے۔ جیسے جیسے

سہولیات بڑھیں گی، آپ کے وظائف میں مزید بہتری ہوگی۔ آپ اپنی مساعی جمیلہ کے ساتھ جامعہ کی ہمہ جہت ترقیات کے لئے دعا بھی فرمائیں۔

وضوخانے کی اصلاح

جامعہ کی ''مسجد انور شاہ'' کے جدید وضوخانے کی تعمیر سال گذشتہ ہی مکمل ہوگئی تھی، اس کے آس پاس کا فرش بھی مکمل ہوگیا تھا، تاہم ناگریز ضرورت کے باعث فرش کی اصلاح ضروری تھی، اسی ضرورت کی تکمیل اب جا کر ہوئی ہے۔ اس سے پیش تر فرش پختہ اور سمینٹڈ تھا، اب اس پر سنگ مرمر کے بڑے بڑے ٹکڑے بچھا دیئے گئے ہیں، اس اصلاح کے بعد وضوخانہ پہلے سے زیادہ پر کشش اور مضبوط ہوگیا ہے۔ الحمدللہ۔

تزئینِ چمنستان

ادارے کی فضا کو خوشگوار، عطر بیز اور مسرور کن بنانے کے لئے جامعہ میں ''شعبۂ چمن بندی'' بھی قائم ہے۔ اس شعبہ کے تحت پارکوں کی تحسین وتزئین اور صفائی داخل ہے۔ الحمدللہ اس پر بھی نہایت استقلال سے کام ہو رہا ہے۔ مسجد انور شاہ کے عقبی حصے میں موجود پارک ہر آنے والے کو دعوتِ نظارہ دیتا ہے، بابِ معظم شاہ سے مسجد تک خوبصورت پھولوں اور پودوں کی ایک طویل کیاری بھی اپنی دل آویزی کی داد قبول کر رہی ہے۔ سردست دارالحدیث کے بیرونی حصے سے متصل باب معظم شاہ کے قریب تک سڑک کی دونوں جانب طویل ''کیاریوں'' کا کام جاری ہے۔

بجلی کے کھمبے عنقریب نصب کئے جائیں گے

جامعہ میں الحمدللہ روشنی کا معقول انتظام ہے۔ پڑھنے، پڑھانے اور مطالعہ ومذاکرہ میں بفضلہٖ تعالیٰ کسی طرح کی کوئی بھی مشکل درپیش نہیں ہے۔ بجلی کی غیر موجودگی میں انورٹر اپنی خدمات پیش کرتا ہے، تاہم نئی عمارت ''دارالحدیث انور ہال'' سے بابِ معظم شاہ تک شب تار میں ظلمات کے مہیب سائے دراز ہوتے ہی روشنی کے مزید انتظام کا تقاضا کرتے ہیں۔ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ نے اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے سڑک کی دونوں طرف بجلی کے پانچ پانچ کھمبے نصب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی اس پر عمل درآمد ہوگا۔

واردین وصادرین

جامعہ میں تشریف لانے والے مہمانوں کا سلسلہ الحمدللہ گرم دم ہے۔ پچھلے دنوں گجرات کی علمی و متحرک شخصیت حضرت مولانا مفتی سیّد قمر الدین محمود صاحب زید مجدہم (جنرل سکریٹری ''اصلاح المسلمین''

و مہتمم دارالعلوم محمود یہ ویگا، بڑودہ، گجرات) اپنے صاحبزادے مفتی سیّد مصباح الدین قاسمی کے ساتھ جامعہ میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا کا فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ (بانی جامعہ) سے خصوصی تعلق رہا ہے اور اب ویسا ہی تعلق رئیس الجامعہ حضرت مولانا سیّد احمد خضر شاہ صاحب سے بھی استوار ہے۔ حضرت نے مولانا محمد صغیر صاحب پرتاپ گڑھی (استاذ جامعہ) کے ساتھ جامعہ کی وسیع و عریض عمارت ''انور ہال'' کا معائنہ کیا، جامعہ کی تعمیری و تعلیمی ترقیات پر خوشی کا اظہار کیا، اور مزید ترقیات کے لیے دعاؤں سے نوازا۔

دوسری طرف خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون (ضلع شاملی) کے ناظم و متولّی حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی زید مجدہم تشریف لائے۔ یہ وہی خانقاہ ہے جہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ فروکش رہے اور اپنی دکانِ معرفت سے مسلمانوں کی تطہیر و تزکیہ کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اسی خانقاہ سے تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی زید مجدہم نے تشریف لاکر جامعہ کا معائنہ کیا اور اس کی تعلیمی، تعمیری اور ظاہری و باطنی ترقیات پر اظہارِ مسرت فرمایا۔

تعارض کے وقت ترجیح حدیث کا طریقہ

اصولِ حدیث کے اس مشہور مسئلہ میں امام اعظم کا طریقہ، اوّل نسخ، پھر توفیق، پھر توقف ہے، جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک توفیق کا طریقہ نسخ پر مقدم ہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے (اور ظاہر ہے کہ نسخ کی صورت میں صرف ایک پر عمل ہوسکے گا)

اس بارے میں حضرت شاہ صاحبؒ کا جواب یہ ہے کہ ہمارے امام کا قول زیادہ حق و صواب ہے، کیوں کہ نسخ سے مراد وہ نسخ ہے جو بطریقۂ نقل ثابت ہو اور جہاں ہمیں نقل صحیح مجبور کرتی ہے کہ ایک حدیث ناسخ اور دوسری منسوخ، تو پھر بھی توفیق کی طرف رجوع کرنا ایسا ہے کہ جیسے ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ درحقیقت اسلام یہودیت و نصرانیت کا ناسخ ہے، پھر بھی ہم توفیق کے طالب بن کر فروع میں اتحاد تلاش کریں۔

حضرت کے اس ارشادِ عالی سے استفادہ کے ساتھ یہ بھی اپنے حافظہ میں تازہ کرلیں کہ یہ بات امام اعظمؒ کے لیے تسلیم شدہ ہوچکی ہے کہ وہ ناسخ و منسوخ احادیث کے سب سے بڑے عالم و عارف تھے، تو ایسے شخص کو تو اور بھی زیادہ حق تھا کہ وہ نسخ کو توفیق پر مقدم کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ملفوظات محدث کشمیریؒ، ص ۲۳۵)

ہوا کے دوش پر

رضوان سلمانی
9897189743

بھوپال انکاؤنٹر کی تحقیقات کرائی جائیں

بھوپال پولیس کے ذریعے آٹھ مسلم نوجوانوں کو مشتبہ انکاؤنٹر کئے جانے پر تنظیم علماء ہند کے قومی صدر اور جامعہ امام محمد انورشاہ دیوبند کے معتمد وشیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری نے سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ جن حالات میں یہ واقعہ پیش آیا اور جس کی ویڈیو منظر عام پر آئی ہے اس نے بہت سے سوالات کو جنم دے دیا ہے، اس لئے سپریم کورٹ کی نگرانی میں اس پورے واقعہ کی تحقیقات کرائی جائے تاکہ حقیقت عوام کے سامنے آسکے۔ آپ نے فرمایا کہ انکاؤنٹر کا پورا معاملہ غیر واضح اور مشکوک نظر آرہا ہے۔ اس معاملہ کی انکوائری کے لئے عدالت کی نگرانی میں ایک ایس آئی ٹی تشکیل دی جائے تاکہ ملک بھر کے عوام بالخصوص مسلمانوں میں پھیلی بے چینی کو دور کیا جاسکے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہماری ایجنسیوں نے مسلمانوں کو قتل کرنے کا یہ ایک نیا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے کہ عدالتی حراست کے دوران انہیں جیل سے نکالا جائے اور پھر فرار کا الزام لگا کر انکاؤنٹر کے نام پر انہیں مار ڈالا جائے۔ ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں، اس ملک کی جمہوریت اور عدلیہ میں ہمارا یقین دیگر ہم وطنوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ آپ نے سال بھر قبل تلنگانہ میں ہوئے اسی طرح کے مسلم نوجوانوں کے انکاؤنٹر کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ یہ تمام واقعات مسلمانوں کی آواز کو دبانے اور ذہنی معذور بنانے کی کوشش ہے جس میں انتظامیہ پوری طرح فرقہ پرست ذہنیت کے ساتھ کام کر رہی ہے۔

ذرائع ابلاغ پر پابندی اس کی آزادی کو سرعام پھانسی دینے کے مترادف

مرکزی حکومت کی جانب سے این ڈی ٹی وی کے نشریات پر ایک دن کی پابندی کے سلسلے میں تنظیم علماء ہند کے قومی صدر حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب حکومت ہند کی جانب سے ببانگ دہل یہ ہٹلری فرمان جاری کیا گیا ہے کہ اب سچ سننا، سچ دیکھنا اور سچ بولنا جرم ہے، مذکورہ ٹی وی پر یک روزہ علامتی پابندی بھارت میں آئین کے تحت ذرائع ابلاغ کو ملی آزادی کو سرعام پھانسی دی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امن پسند، حق پسند اور سچ وصداقت پرستوں کے لئے نئے ہندوستان کی یہ اندھی روش شدید باعث تشویش ہے، ہم جمہوریت پر مبنی اس ملک کے باشندے حکومت کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے اس کے خلاف اپنا احتجاج درج کراتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس پابندی کو منسوخ کرتے ہوئے تمام اداروں کو حاصل آئینی حقوق بحال کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ این ڈی ٹی وی کے خلاف مذکورہ فیصلے سے حکومت کی تاناشاہی سب کے سامنے آچکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی سرکار چاہتی ہے کہ ملک کے عوام خوف کے سائے میں زندگی گزاریں کیوں کہ جو بھی موجودہ حکومت کے خلاف بولنے کی کوشش کرتا ہے اس کو اسی طریقہ پر خوف زدہ کیا جارہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ غیر جانب دارانہ ایماندارانہ اور متوازن خبریں اور رپورٹیں پیش کرنا مذکورہ ٹی وی چینل کی شناخت بن چکی ہے، مذکورہ ٹی وی چینل نے بہت سے مواقع پر ملک کے کمزور طبقات خاص کر اقلیتوں اور دلتوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی ہے اور حکومت کو آئینہ دکھایا ہے۔

Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband

Register from Registrar of Newspapers for India U.P. URD.2000/R.N.10663

Contact: (Off) 01336-220471, Mob. +91 9412496763, +91 8006075484

Email: ahmadanzarshah@gmail.com

Printed & Published by Syed Ahmad Khizar Shah,
Mohtamim of behalf of JIMAS, Behind Eidgah, DBD
and Printed at Mukhtar Press, Samreen Printers, Deoband

دارالحدیث، شعبۂ حفظ تا تکمیل افتاء کی درسگاہوں، کتب خانہ ودفاتر پر مشتمل ''انور ہال''

دارالاقامہ کا اندرونی منظر

دارالحدیث (انور ہال) سے بابِ معظم شاہ تک نوتعمیر شدہ سڑک

مسجد انور شاہ کے برآمدے کا منظر

کتب خانہ

Noor Graphics